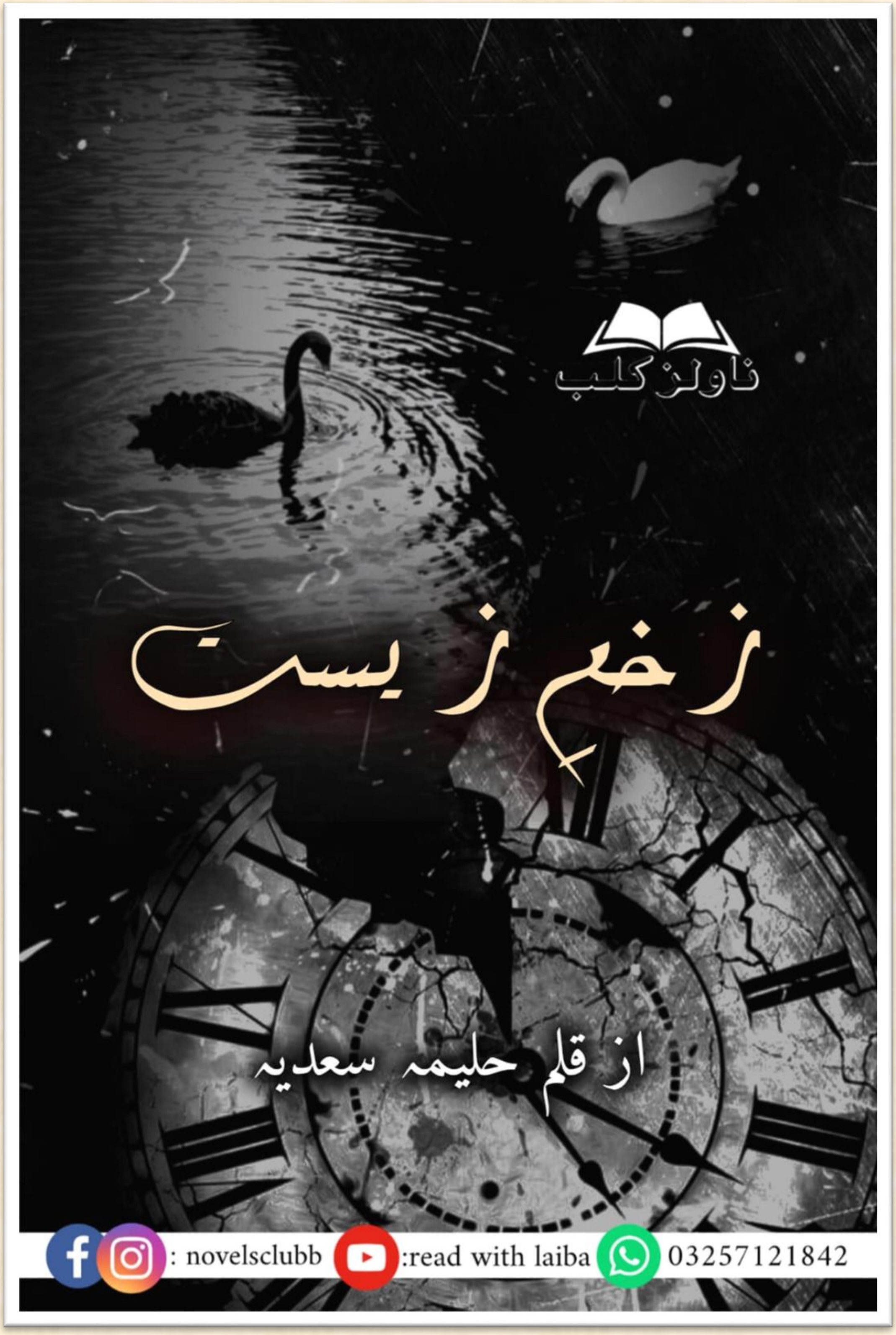
ناولز کلب
زخمِ زیست
از قلم حلیمہ سعدیہ
: novelsclubb
:read with laiba
03257121842

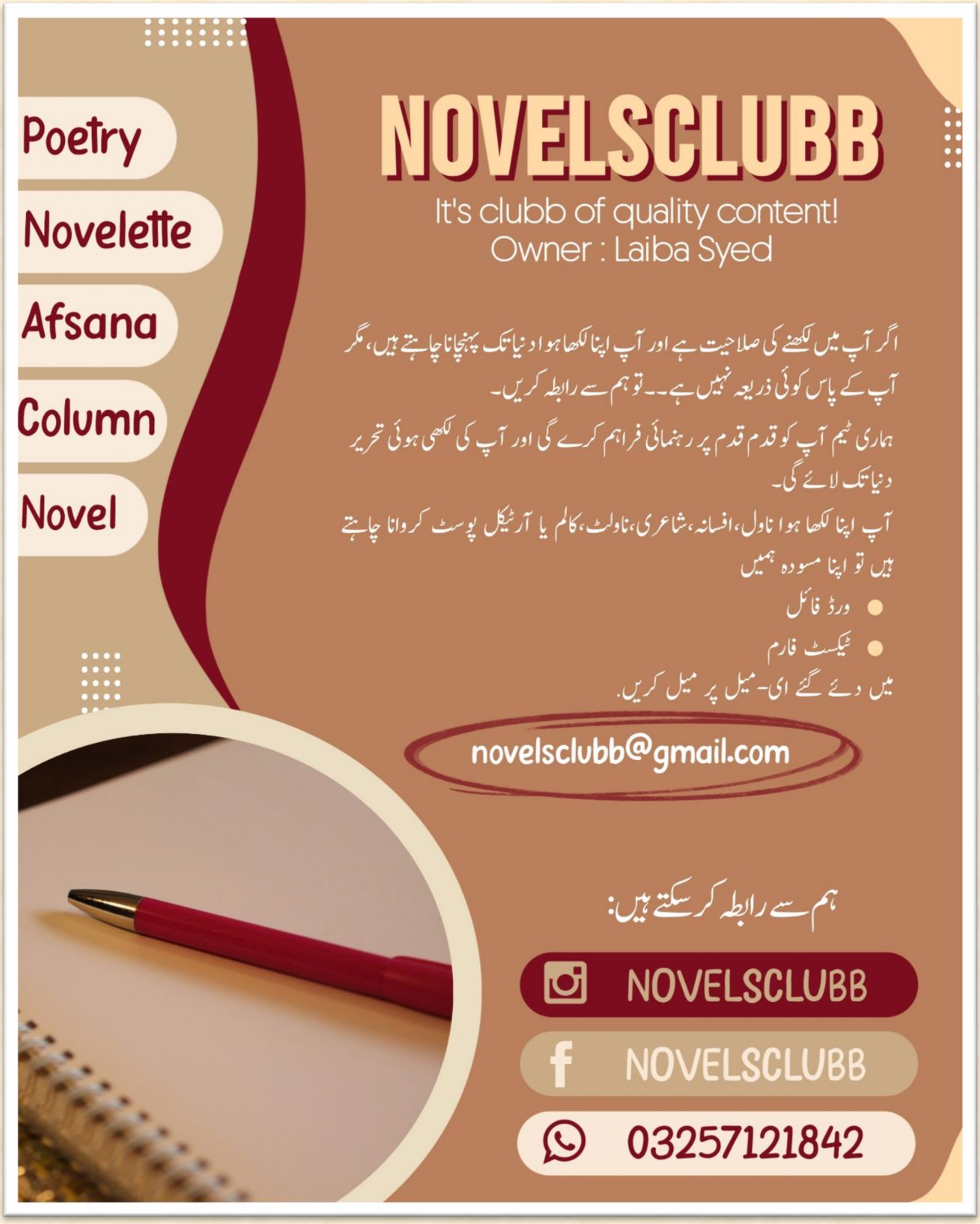
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

زخمِ زیست

از قلم

حلیمہ سعدیہ

ناولز کلب
Club of Quality Content!

پیش لفظ

السلام علیکم میرے پیارے قارئین،

"زخمِ زیست" میری دوسری تحریر ہے۔ جب میں نے اس کہانی کو لکھنا شروع کیا، دل میں بے شمار شک اور خوف تھے۔ مجھے خدشہ تھا کہ شاید یہ کہانی اتنی اچھی نہ ہو، شاید قارئین کو پسند نہ آئے، شاید میرے الفاظ قارئین کے دل تک نہ پہنچیں۔ لیکن پھر بھی، ایک اندرونی آواز نے مجھے لکھنے پر مجبور کیا۔

جیسے ہی میں نے دو قسطیں مکمل کیں، مجھے میرے قارئین کی طرف سے اتنا حوصلہ، محبت اور سپورٹ ملا کہ میرے دل کی تمام الجھنیں دور ہو گئیں۔ آپ کی محبت نے مجھے یہ یقین دلایا کہ میری کہانی کے کردار، ان کے جذبات اور ان کے دکھ، کسی نہ کسی دل تک پہنچیں گے۔ اور اسی حوصلے کے ساتھ میں نے یہ کہانی مکمل کی۔

یہ کہانی لکھنے کا خیال مجھے ایک ٹک ٹاک پوسٹ سے ملا جو حال ہی میں بلوچستان میں ہونے والے اونر کلیگ کے بارے میں تھا جس میں ایک جملہ لکھا تھا

"صرف گولی مارنے کی اجازت ہے، ہاتھ لگانے کی نہیں۔"

یہ ایک سادہ سا جملہ میرے دل پر اتنا گہرا اثر ڈال گیا کہ میں سوچتی رہ گئی۔ میں اس واقعے کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی تھی، اور نہ ہی جاننا میرے بس میں تھا، لیکن اس ایک جملے نے میرے تخیل کی دنیا کو جگا دیا۔ میں نے سوچا کہ کیوں نہ اس جملے سے ایک پوری کہانی بنائی جائے، ایک ایسی کہانی جو انسانیت، انصاف، محبت اور قربانی کی عکاسی کرتا ہو۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

یہ کہانی صرف ایک واقعے کی تصویر نہیں، بلکہ ایک احساس ہے، ایک درد ہے، اور امیدوں کا سفر ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ ہر کردار کے خوف، جذبات اور محبت کے رنگ آپ تک پہنچیں،

لیکن ایک بات یاد رکھنے والی ہے کہ ہر کردار کی اپنی ایک الگ پہچان اور راہ ہوتی ہے۔

اگرچہ آپ سب نے ان کے لیے خوشی چاہی، مگر میں نے کہانی کو اس کے اصل جذبے اور

حقیقت کے ساتھ مکمل کرنے کی کوشش کی ہے۔ میری نظر میں یہی اس کہانی کی اصل روح ہے۔

میں اپنے تمام قارئین کی شکر گزار ہوں، جنہوں نے اس سفر میں میرا ساتھ دیا اور اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ یہ ناول آپ سب کی دعاؤں، محبت اور حوصلہ افزائی کے بغیر کبھی مکمل نہیں ہو سکتا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

باب نمبر1

معصومیت

معصومیت وہ چراغ ہے جو دنیا کی گرد سے سب سے پہلے بجھتا ہے

سردی اپنی آخری حدوں کو چھو رہی تھی۔ پہاڑوں کی چوٹیوں سے اترتی ہوائیں خنکی کے خنجر لیے، جسم کے پار ہوتی جا رہی تھیں۔ لیکن وہ شخص اُس ویران سی پہاڑی پر، پتھریلی بینچ پر بے حس بیٹھا تھا—

سیاہ کوٹ کا کالر ہوا میں پھڑ پھڑا رہا تھا۔ ماتھے پر گرا ہوا سفید اون کی ٹوپی کا سایہ اُس کی آنکھوں کو چھپا رہا تھا—

لیکن ان آنکھوں میں ایک طوفان تھا... وہ شخص کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا...

ایسی سوچ جس کا تعلق نہ موسم سے تھا، نہ وقت سے... بلکہ ایک ایسے زخم سے تھا جو دکھائی نہیں دیتا تھا

امی... میں بڑا ہو کر فوجی بنوں گا... سب کو بچاؤں گا!"

چھوٹا سا بچہ اپنے ننھے ہاتھ سے بندوق کی طرف شارہ کرتا، چمکتی آنکھوں کے ساتھ۔ بولا اور وہ عورت... اُس کی ماں... ہنس پڑی، نہیں بیٹا، فوجیوں کی زندگی خطرناک ہوتی ہے۔

تو پھر میں ایسا فوجی بنوں گا جس کی زندگی خطرناک نہیں ہوتی! اس کی معصومیت پر عورت کی آنکھیں بھیگ گئیں

اس مرد نے ہستہ سے آنکھیں کھولیں۔

یہی معصومیت تھی... جو وقت کے تھپیڑوں نے چھین لی۔ جو بچہ کبھی تتلی کے پیچھے بھاگا کرتا تھا، آج وہ نفرتوں اور رازوں کے پیچھے بھاگ رہا تھا

@@@@@

اتوار کی وہ صبح عام دنوں سے مختلف نہ تھی۔ ناشتہ شیرازی محل کے ڈائننگ ہال میں لگ چکا تھا۔ لمبی میز پر سفید کپڑے کا نفیس کور، چمکتی ہوئی کراکری، گرما گرم پراٹھے، دیسی مکھن، شہد، انڈے، چائے—سب کچھ ترتیب سے رکھا گیا تھا۔

کچھ ہی دیر میں سَردار حیدر خان اور حماد خان بھی آ گئے۔ ان کے چہرے پر وقت کی دھوپ چھاؤں ثبت تھی، مگر آج کے دن میں ایک خاموش سا سکون تھا۔ وہ اپنی مخصوص کرسیوں پر براجمان ہو گئے۔

دروازے کے کھلنے کی ہلکی آواز پر دونوں کی نظریں اس جانب اٹھیں۔

واسق خان اندر داخل ہوا۔ وہ دراز قد، چوڑے شانے اور ستواں چہرے والا وجیہہ نوجوان تھا۔ سیدھی تراشی ہوئی مونچھیں اس کے سخت مزاج کا اعلان تھیں، جبکہ ماتھے پر بکھرے کچھ بے ترتیب بال اسے غیر رسمی مگر متاثر کن وقار عطا کرتے تھے۔ گہری آنکھوں میں ایک ٹھہرا ہوا سکوت تھا—ایسا سکوت جو کم گو مگر فیصلہ کن لوگوں کی علامت ہوتا ہے۔

بغیر کوئی لفظ کہے، وہ آ کر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ "چائے دیجیے۔" اس نے مختصر لہجے میں کہا، جس پر خادمہ فوراً اس کے سامنے چائے رکھ گئی۔

حماد خان نے ایک نظر حیدر خان کی طرف دیکھا اور پھر نرمی سے کہا "واسق بیٹا، ہم دونوں نے ایک بات طے کی ہے تمہارے لیے۔"

واسق نے چائے کی چسکی لی اور سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا، "جی، چھوٹے بابا؟"

حیدر خان نے قدرے توقف کے بعد بات شروع کی،

"ہم چاہتے ہیں کہ تم اب ہمارے ساتھ سیاست میں قدم رکھو۔ تمہاری تعلیم، تمہاری تربیت اور تمہاری فطرت... سب کچھ تمہیں اس قابل بناتی ہے کہ تم ہمارے ساتھ سیاست جوائن کرو"

واسق نے چائے کا کپ میز پر رکھا۔ چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں تھا۔

"بابا، آپ جانتے ہیں میں ان چیزوں میں دلچسپی نہیں رکھتا۔"

حماد خان نے نرمی سے سمجھایا، "بیٹا، سیاست محض طاقت کا کھیل نہیں، ذمہ داری ہے— پارٹی، زمینیں وغیرہ... ہمارے بعد سب تمہیں دیکھنے ہیں۔

حیدر خان نے بات آگے بڑھائی، "اور تم میں وہ خاص بات ہے— تم جذباتی نہیں ہوتے، فیصلہ ہمیشہ عقل سے کرتے ہو۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

واسق نے گہری سانس لی، میں اس وقت صرف بزنس پر توجہ دینا چاہتا ہوں۔ سیاست...
مجھے نہیں لگتا میں اُس دلدل میں جانا چاہتا ہوں۔"

"واسق، تم ہی ہو جو ہمارا نام آگے بڑھا سکتے ہو—سچائی اور وقار کے ساتھ۔"

کچھ لمحے خاموشی میں گزرے۔ پھر واسق نے ہلکے سے سر ہلایا، "ٹھیک ہے... میں سوچوں گا اس بارے میں"

حیدر خان کی آنکھوں میں سکون سا اترا، "بس یہی کافی ہے، بیٹا۔ ہمیں یقین ہے، تم بہترین فیصلہ کرو گے۔"

ناشتے کی میز پر عجیب سا سکوت چھا گیا تھا—جیسے سب جانتے ہوں کہ ایک نئے باب کا آغاز ہونے والا ہے۔

@@@@@@@

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دوپہر کی دھیمی روشنی دالان کے ستونوں پر سرک رہی تھی۔ سب افراد اپنے اپنے خیالوں میں گم بیٹھے تھے۔ صرف پنکھے کی مدھم آواز اور پرندوں کی دور کی چہکار تھی جو خاموشی کو توڑ رہی تھی۔

ارمینہ نے دھیرے سے نظریں اٹھا کر حیدر خان کی طرف دیکھا، جو عینک لگا کر ایک فائل دیکھ رہے تھے۔

"بڑے بابا

حیدر خان نے عینک اتار کر ارمینہ کی طرف دیکھا، ابرو تھوڑا سا اٹھایا۔ بولو

آرمینہ اپنی جگہ سے تھوڑا سا آگے ہوئی، نظریں جھکی ہوئی تھیں:

"میں آگے پڑھنا چاہتی ہوں، بڑے بابا... میرا خواب ہے کہ میں میڈیکل میں جاؤں۔"

چند لمحے کو کمرے میں خاموشی گہری ہوی

حیدر خان نے ہونٹ بھینچتے ہوئے نظروں کو اس پر جما دیا،:

"بڑے بابا... کل داخلے کی آخری تاریخ ہے۔

حیدر خان نے حماد خان کی طرف دیکھا، آواز میں وہی دبدبہ تھا:

"حماد خان؟ تم کیا کہتے ہو"

حماد نے نظریں جھکائے آہستہ سے کہا:"لالا... جو آپ فیصلہ کریں، مجھے منظور ہے۔ بچی پڑھنا چاہتی ہے تو حیدر خان نے ہلکی سی

سانس لی،

"ٹھیک ہے..."

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

آرمینہ کی آنکھوں میں خوشی تیر گئی۔ وہ کچھ بولنا چاہتی تھی، مگر الفاظ حلق میں ہی کہیں اٹک گئے۔

@@@@@@@

شام کے وقت سورج کی آخری کرنیں دریچوں سے چھن چھن کر واسق خان کے کمرے میں اتر رہی تھیں۔ کمرے کا ماحول بھی واسق کی شخصیت کی طرح خاموش، منظم اور وقار سے بھرپور تھا۔ دیواروں پر مدھم رنگوں کی پینٹنگز، ایک گوشے میں کتابوں کی الماری، اور سلیقے سے سجا ہوا ورک ٹیبل اُس کی سنجیدگی اور سادگی کا عکس تھا۔

واسق صوفے پر بیٹھا تھا۔ سامنے کی میز پر رکھا لیپ ٹاپ گود میں رکھ کر وہ کسی رپورٹ میں مصروف تھا، جب اچانک دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

"واسق بیٹا؟" زہرہ کی نرم مگر پیاری آواز گونجی۔

واسق نے فوراً لیپ ٹاپ بند کیا، چہرے پر سنجیدہ مگر احترام بھری مسکراہٹ ائی اور فوراً کھڑا ہو گیا۔

"چھوٹی امی... آپ؟ میں نے کتنی بار کہا ہے، آپ کو اندر آنے کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

زہرہ نے ہلکا سا تبسم کیا اور آ کر آہستگی سے صوفے پر بیٹھ گئیں۔

"میرے بچے، تم مصروف ہو کیا؟"

"نہیں چھوٹی امی، آپ آئیں، میرے لیے سب سے اہم یہی لمحے ہوتے ہیں جب آپ میرے پاس بیٹھتی ہیں۔"

زہرہ نے اُس کے ماتھے پر پیار سے ہاتھ رکھا، "بیٹا تم سے ایک کام تھا۔"

"جی حکم کریں،"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"بیٹا، تم کل تربت جا رہے ہو نا؟"

واسق کے چہرے پر ہلکی سی جھجک نمودار ہوئی، "جی امی، کچھ سرکاری فائلز لے کر جانا ہے،"

زہرہ نے دھیرے سے اُس کی طرف دیکھا، "تو کیا تم ارمینہ کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ گے؟ اُسے کالج میں داخلہ لینا ہے

واسق کے چہرے پر ایک لمحے کو سنجیدگی کے ساتھ کچھ اور بھی چھپا ہوا تاثر ابھرا۔

۔بیٹا آگر تمہارے چھوٹے بابا لاہور نہیں گئے ہوتے تو میں تم سے کبھی نہیں کہتی"

""امی... میں کیسے... مطلب میں معذرت چاہتا ہوں، لیکن میں اُسے ساتھ نہیں لے جاسکتا۔

زہرہ کے چہرے پر چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔ پھر اُس نے گہری سانس لی اور

نرمی سے بولیں، "میرے بیٹے، میرے لیے بھی نہیں؟"

واسق نے آنکھیں بند کیں جیسے دل کے اندر کچھ ٹوٹا ہو۔

"امی... آپ جانتی ہیں..." وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ زہرہ نے بات کاٹ دی، "چلو کوئی بات

نہیں، میں خود لے جاؤں گی اپنی بیٹی کو"

"نہیں امی، میں لے جاؤں گا... ارمینہ کو۔"

زہرہ کے لبوں پر ایک پرسکون سی مسکراہٹ آئی۔ اُس نے واسق کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا،

"اللہ تمہیں سلامت رکھے بیٹے۔ تم جیسے ہوتے ہیں خاندان کے اصل مان۔"

واسق نے نظریں جھکا لیں۔ وہ جانتا تھا کہ دل چاہے نہ چاہے، خاندان کی عزت، اپنے رشتوں کا بھرم، اور زہرہ کی آنکھوں میں چھپی ماں جیسی ممتا کبھی نظرانداز نہیں کی جا سکتی۔

@@@@@@

صبح کی ٹھنڈی ہوا میں حویلی کی راہداریوں میں عجیب سا سناٹا پھیلا ہوا تھا۔

دیواروں پر پڑی پرچھائیاں جیسے رات کی ادھوری کہانی سنا رہی تھیں۔ صحن میں پاؤں کی چاپ گونجی۔

واسق خان، ہمیشہ کی طرح صبح جلدی جاگنے والا، آج ذرا زیادہ خاموش، ذرا زیادہ تلخ لگ رہا تھا۔
چہرے پر نیند کا ایک شائبہ تک نہ تھا۔ آنکھوں کے گرد ہلکے سیاہ حلقے، ماتھے پر تیوریاں اور
جبڑے بھنچے ہوئے تھے۔

پیچھے پیچھے ارمینہ چھوٹے چھوٹے قدموں سے چل رہی تھی۔ وہ سفید شال میں لپٹی ہوئی تھی،
چہرہ زرد، آنکھوں میں نیند اور ڈر دونوں جھلک رہے تھے۔ شاید وہ رات بھر سو نہ پائی تھی۔
دروازے کے قریب زہرہ کھڑی تھیں، جن کی آنکھوں میں تشویش صاف جھلک رہی تھی۔

"واسق..." زہراہ نے دھیرے سے پکارا۔

واسق فوراً رکا، "جی امی؟"

"بچے، ارمینہ کا خاص خیال رکھنا۔"

واسق نے ہلکا سا سر ہلایا، "جی، آپ فکر نہ کریں۔"

وہ مُڑنے ہی لگا تھا کہ زہرہ نے آہستہ مگر نرمی سے کہا،

"اور ہاں... ڈانٹنا مت، واسق۔"

ایک پل کو واسق کی نظریں اُن کی آنکھوں سے جا ملیں، جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو مگر پھر زبان روک لی۔ صرف ایک دھیمی آواز میں کہا،

"جی۔"

گاڑی پورچ میں لگی تھی۔ واسق نے دروازہ کھولا اور ارمینہ کی طرف دیکھے بغیر سختی سے کہا،

"چلو۔"

ارمینہ نے دبے پاؤں چلنا شروع کیا۔ جب پچھلی سیٹ پر بیٹھنے لگی تو واسق نے گاڑی

اسٹارٹ کرتے ہی بریک ماردی۔

"فرنٹ سیٹ پہ بیٹھو۔"

وہ چونکی

"وہ... میں پیچھے ٹھیک ہوں،

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

واسق کی آنکھوں میں سرد مہری اتری،

"میں ڈرائیور نہیں ہوں، نہ تم مہمان ہو۔ میں باربار کہنے والا بندہ نہیں ہوں، سمجھ آئی؟"

ارمینہ گھبرا گئی۔ ہونٹ کانپے، آنکھیں نم ہوئیں۔ خاموشی سے دروازہ کھولا۔ قدم جیسے

منوں وزنی ہو گئے ہوں۔

واسق نے ایک بار بھی اُس کی طرف نہیں دیکھا۔

وہ فرنٹ سیٹ پر آ بیٹھی،

گاڑی چل پڑی۔ اندر خاموشی کی ایک دبیز چادر تنی ہوئی تھی۔ واسق کا ہاتھ اسٹیئرنگ پر مضبوطی سے جما ہوا تھا، انگلیوں کے بند سفید ہو رہے تھے، جیسے غصہ ضبط کرنا پڑ رہا ہو۔

راستے بھر کوئی بات نہ ہوئی۔

تقریبا 45 منٹ بعد تُربت کی خشک فضا اور اجنبی راستہ اُن کا استقبال کر رہے تھے۔

میڈیکل کالج کا گیٹ دھوپ میں چمک رہا تھا۔ گاڑی کالج کے سامنے آ کر رکی۔ واسق خان نے گھڑی پر ایک نظر ڈالی اور سپاٹ لہجے میں کہا،

"نکلو۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ارمینہ واسق خان کے پیچھے ہی گاڑی سے نکلی اور اس کے ساتھ چلنے لگی۔ یونیورسٹی کی عمارت کے سنگ مرمر جیسے فرش پر واسق خان کے قدموں کی چاپ گونج رہی تھی۔ صحن میں دن کی روشنی چمک رہی تھی اور فوارے کے قریب چند سٹوڈنٹ دھوپ سے بچنے کو چھاؤں میں کھڑی تھیں۔

واسق خان، سیاہ لباس، نفیس گھڑی، پہنے بال جیل سے سیٹ کیے، چہرے پر گہری سنجیدگی اور چلنے میں ایک عجیب دبدبہ تھا، جیسے کسی چیز سے متاثر نہ ہوتا ہو۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"او میرے خدایا! وہ دیکھو کون ہے؟

ایک لڑکی نے نظریں ہٹائے بغیر دوسری کو کہنی ماری۔

"واہ کیا شخصیت ہے یار... ایسا لگ رہا ہے کہ کسی فلم کا ہیرو ہے۔"

"شاید کوئی پروفیسر ہو گا؟"

"نہیں یار، لگ تو رہا ہے کسی پاور فل فیملی سے ہے... دیکھنے سے ہی پتا چلتا ہے، کتنا کمپوزڈ ہے!

وہ لڑکیاں ہنوز نظریں جمائے کھڑی تھیں، مگر واسق خان جیسے کسی اور ہی دنیا میں تھا۔ اسے ان نظروں کی عادت تھی، یا شاید وہ ان سب سے بالاتر تھا۔

ارمینہ چپ چاپ اُس کے پیچھے چل رہی تھی، ایک سائے کی مانند۔ ہاتھوں میں فائل تھی اور دل دھڑک رہا تھا۔ واسق رک کر کالج کے ایڈمن روم کے باہر کھڑا ہوا، دروازہ کھولا اور ارمینہ کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔

ایڈمن بلاک میں داخل ہوتے ہی کلرک نے دور سے ہی پہچان لیا۔

"سلام واسق صاحب! آپ یہاں؟"

واسق نے ہلکی سی گردن ہلائی،

"ہاں،ایک ایڈ مشن کے سلسلے میں آیا ہوں،ایم بی ایس نیو ایڈ مشن۔"

کلرک نے ایک فارم اس کی طرف بڑھایا۔ارمینہ نے دھیمی آواز میں کہا:

"میں خود فل کر لوں گی۔"

واسق نے ایک پل کو اس کی طرف دیکھا،کچھ نہ کہا،بس فارم اس کے سامنے رکھ دیا۔ارمینہ کے ہاتھ ہلکے سے کانپ رہے تھے، لیکن اُس نے فارم بھرنا شروع کر دیا

"شناختی کارڈ کی کاپی؟ تصویریں؟" کلرک نے پوچھا۔

وسق نے اپنا بٹوہ نکالا،اور بغیر کچھ بولے ہر چیز نکال کر اس کے سامنے رکھ دی۔ارمینہ نے چونک کر اسے دیکھا، جیسے یقین نہ آرہا ہو کہ وہ یہ سب ارمینہ کے لیے کر رہا

فارم مکمل ہوا تو کلرک نے ایک رسید،واسق کو پکڑائی

"کام ختم؟"اُس نے کلرک سے پوچھا۔

"جی سر،داخلہ کنفرم ہو گیا۔"

واسق نے فائل بند کی،اور ارمینہ کی طرف دیکھا:

"چلو۔"

جب وہ دونوں ایڈمن بلاک سے باہر نکلے، تو وہی لڑکیاں اب بھی سرگوشیاں کر رہی تھیں۔

@@@@@@@@

رات کا دوسرا پہر تھا۔پوری حویلی پر خاموشی کی چادر تنی ہوئی تھی۔صرف دور کہیں کسی کتے کے بھونکنے کی آواز،اور چھت پر لگا ہوا پرانا بلب، جو ہلکی سی زرد روشنی میں جھول رہا تھا۔

واسق خان چھت پر نیم دراز بیٹھا تھا۔ ایک ہاتھ سر کے نیچے رکھا ہوا، دوسرا گھٹنوں پر۔

آسمان پر بکھرے تاروں کو دیکھتے ہوئے وہ جانے کن سوچوں میں گم تھا۔ سیاہ شلوار قمیص، سنجیدہ چہرہ، اور آنکھوں کے نیچے ہلکے— تھکن کی واضح نشانیاں تھیں۔

دروازے سے قدموں کی آہٹ آئی۔ وہ نہیں چونکا، جیسے اسے اندازہ ہو چکا ہو کے کون ہے۔

زرلشت خاموشی سے اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"لالا... آپ ابھی تک جاگ رہے ہیں؟" اُس نے آہستہ سے پوچھا۔

واسق نے نظریں نہیں ہٹائیں، صرف ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا،

"نیند کا کیا ہے، کبھی آجاتی ہے... کبھی نہیں۔"

زرلشت نے اُس کے چہرے کو بغور دیکھا، "پھر وہی پرانی باتیں؟"

واسق نے کوئی جواب نہ دیا۔

چند لمحے خاموشی میں گزرے۔ ہوا میں ہلکی ٹھنڈک تھی۔ زرلشت نے اپنا شال ٹھیک کیا۔

زرلشت کی آواز نرمی سے گونجی:"لالا... ایک بات پوچھوں؟"

واسق نے سر ہلایا۔پوچھوں

زرلشت جھجکی، پھر آہستہ سے بولی:"کیا آپ... اب بھی اُسے یاد کرتے ہیں؟"

واسق نے آنکھیں بند کر لیں، جیسے یہ سوال کوئی پرانی زخم کو چیر رہا ہو۔

چند لمحے گزرے،اور پھر وہ بہت مدھم، تھکی ہوئی آواز میں وہ بولا۔یاد؟

وہ ہلکا سا مسکرایا،وہ مسکراہٹ جو دکھ سے زیادہ زہر میں بھیگی ہوتی ہے۔

"یاد تو وہ لوگ آتے ہیں جو بھولے جا سکتے ہوں...

زرلشت نے واسق کے چہرے کی طرف دیکھا—

اور پہلی بار اُس کی آنکھوں میں نمی کا وہ عکس نظر آیا،جو ایک عمر سے چھپا ہوا تھا۔

واسق نے آہستہ سے کہا،

"کچھ لوگ یاد نہیں ہوتے،وہ بس ادھورا کر دیتے ہیں...

اور پھر ساری زندگی وہی ادھوراپن ساتھ رہتا ہے۔

لالا... لیکن اُس نے تو آپ کو دھوکہ دیا تھا نا؟

پھر بھی آپ اُسے چاہتے ہیں؟"

واسق جیسے لمحہ بھر کے لیے ساکت ہو گیا۔

چہرے پر کچھ ایسا آیا جو دکھ، بے بسی، اور محبت کے درمیان کہیں الجھا ہوا تھا۔ لیکن خود کو کمپوز کرتے وہ آہستہ سے بولا:

"ہاں، اُس نے دھوکہ دیا...

لیکن دل دھوکہ اور وفا کے درمیان فرق نہیں سمجھتا، زرلشت

وہ جہاں جانا چاہتی تھی، چلی گئی...

مگر میرے دل میں وہیں رہ گئی... ایک ایسی جگہ جہاں کوئی اور داخل نہیں ہو سکتا۔"

زرلشت کی آنکھیں بھر آئیں۔

"تو پھر آپ کبھی آگے نہیں بڑھیں گے کیا، لالا؟"

واسق نے نظریں چُرا لیں،

کبھی کبھی زندگی اتنا کچھ پیچھے چھوڑ جاتی ہے... کہ آگے کچھ بچتا ہی نہیں۔ بس ایک خلا ہوتا ہے... جسے ہر دن تھوڑا تھوڑا سہنا پڑتا ہے۔"

"تو کیا محبت واقعی اتنی طاقتور ہوتی ہے، کہ وہ دھوکہ کھا کر بھی ختم نہیں ہوتی؟"

ناولز کلب

واسق نے سر جھکا لیا، اور دھیمی آواز میں کہا: "سچی محبت کبھی ختم نہیں ہوتی، زرلشت... بس خاموش ہو جاتی ہے۔

جیسے کوئی قبر... جس پر کتبہ بھی نہ ہو...

مگر اندر ایک مکمل زندگی دفن ہو۔"

زرلشت واسق خان کو خاموشی سے دیکھتی رہی۔

"لالا... کیا آپ اُسے کبھی بھول نہیں سکتے؟"

واسق کی نظریں ساکت ہو گئیں۔

لیکن وہ چپ رہا...

پھر بہت آہستگی سے، ایک گہری سانس کے ساتھ اُس نے نظریں زرلشت کی طرف

موڑیں۔

اور کہا:

"اگر ہم بھولنا چاہیں...

تو تم کو بھول سکتے ہیں...

ہاں، یکسر بھول سکتے ہیں...

سراسر بھول سکتے ہیں...

مگر یہ بات تو تب ہے...

Clubb of Quality Content

جب ہم بھولنا چاہیں۔"

زرلشت کی سانسیں جیسے رُک گئیں ہوں۔

واسق کا لہجہ مدھم تھا، مگر ہر لفظ دل میں تیر بن کر لگ رہا تھا۔

"محبت میں چاہنے کی مرضی ہوتی ہے، بچے

بھولنے کی نہیں۔"

چند لمحے خاموشی میں گزرے۔

ہوا تھم سی گئی تھی۔

چاند کہیں بادلوں کے پیچھے چھپ گیا۔

زرلشت نے آہستگی سے نظریں جھکا لیں،

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اور اُس لمحے وہ جان گئی—وہ جان گئی تھی... کہ واسق خان کی زندگی ایک ایسی کہانی ہے جس کا آخری صفحہ کوئی اور لکھ گیا تھا۔

@@@@@@@

باب دوم:

تلاش

قریب کیا ہے؟

قیامت

قریب تر کیا ہے؟

موت

عجیب کیا ہے؟

دنیا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

عجیب تر کیا ہے؟

طلبِ دنیا...

واجب کیا ہے؟

توبہ

واجب تر کیا ہے؟

گناہوں سے بچنا

مشکل کیا ہے؟

قبر میں اُترنا

مشکل تر کیا ہے؟

عملِ صلح کے بغیر اُترنا

یہ سوالات صرف الفاظ نہیں تھے،

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

یہ اس کی روح میں تراشی ہوئی ایسی لکیر تھے

جن کے آگے کوئی روشنی نہیں تھی—

صرف اندھیرے،

اور تلاش...!

@@@@@

" کمرے میں نیم تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ چھت پر گھومتا پنکھا سستی سے چل رہا تھا، دیوار پر لگی گھڑی کی مسلسل ٹک ٹک، کمپیوٹر اسکرین پر بھاگتے ہوئے انکرپٹڈ کوڈز، اور ہلکی روشنی میں جھلملاتا ماحول... سب کچھ کسی گہرے راز کا پتہ دے رہا تھا۔

میز کے سامنے ایک شخص بیٹھا تھا—بلند قامت، چوڑے شانوں والا، سادہ سفید شلوار قمیض میں ملبوس، اور کندھوں پر وقار بھری شال لیے ہوئے۔ اس کی نظریں مسلسل اسکرین پر جمی تھیں، جیسے کوڈز کی بھول بھلیوں میں کسی دشمن کی سانسوں کی گنتی کر رہا ہو۔

"اب وقت آ گیا ہے..."

وہ دھیرے سے بولا

کمرے کی دیوار پر ایک بورڈ لگا تھا۔ اس پر مختلف تصاویر، نقشے، اور چند مخفی کوڈز چسپاں تھے

—

"مشن زیرو"، "فیز ون: اندر سے وار"، "کوڈ ایچ"، اور ایک چہرہ...

وہ آہستہ سے اٹھا، الماری سے ایک سیاہ خفیہ باکس نکالا، اور اندر موجود چِپ کو اپنی ہتھیلی میں رکھتے ہوئے سرگوشی کی "یہ کام صرف ایک ہی موقع پر مکمل ہو سکتا ہے":

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اسی لمحے اس کا موبائل روشن ہوا۔ اس نے ایک نظر ڈالی۔ اسکرین پر لکھا تھا:

"میجر معاذ کالنگ"

ہلکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر ابھری، مگر آنکھوں میں سرد سکوت پہلے جیسا ہی تھا۔ اس نے کال ریسیو کیے بغیر، موبائل کو میز پر رکھ دیا۔

دروازہ کھلا اور ایک شخص اندر داخل ہوا—وردی میں ملبوس، سخت جبڑا، اور تیز نگاہیں۔

یہ تھا میجر معاذ—انٹیلیجنس سروس کا قابل ترین افسر۔

"تو یہی ہے وہ شخص... سردار حیدر خان شیرازی؟"

اس نے بے رحمی سے پوچھا۔

میز کے قریب کھڑا گہری کالی انکھوں والا شخص بغیر پلک جھپکائے بولا:

"وہی ہے... اور اب وقت آگیا ہے کہ حساب برابر ہو۔"

معاذ چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔

" تمہیں پتا ہے، اس مشن میں جذبات کی کوئی گنجائش نہیں ہے؟ یہ صرف ذاتی نہیں—یہ قومی بھی ہے۔"

اس نے سر ہلایا۔

"میرے لیے یہ ذاتی بھی ہے... اور قومی بھی۔ کیونکہ اس بار صرف ایک ظالم کو نہیں، پورے نظام کو بے نقاب کرنا ہے۔"

میجر معاذ نے فائل کھولی، اور کہا:

" تمہارا نیا کوڈ نیم منظور ہو چکا ہے۔ آج سے تمہاری شناخت، ماضی، اور پرانا نام ختم۔ تم اب ایک سایا ہو۔"

کمرے میں خاموشی چھا گئی، جیسے وقت نے سانس روک لی ہو۔

"پہلا قدم؟"معاذ نے رسمی انداز میں پوچھا۔

"شیرازی خاندان کے اندر جانا... ایک سائے کی طرح۔ ایک ایسے شخص کے روپ میں جو قریب ہو، مگر انجان۔ ذاتی محافظ بن کر؟

"ہاں... یہی واحد راستہ ہے جس سے دشمن کے دل میں اترا جا سکتا ہے... بغیر آواز کے، بغیر نشاں چھوڑے۔"

معاذ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تم بہت تیزی سے سیکھ رہے ہو،"

Clubb of Quality Content

اس نے آئینے میں خود پر ایک نظر ڈالی—وہی پر کشش مگر سنجیدہ چہرہ، پر آج کچھ بدل چکا تھا۔ آج گہری کالی نکھوں میں سکون نہیں... بلکہ ایک خاموش طوفان تھا۔

"میں سیکھنے نہیں آیا... سکھانے آیا ہوں۔ اور اب وقت آگیا ہے... کہ ہر ظلم، ہر دھوکے کا حساب برابر ہو۔

@@@@@@

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کمرے کی کھڑکی سے باہر رات خاموش تھی۔

مگر اندر... طوفان نے سانس لینا شروع کر دیا تھا۔

کمرے پر خاموشی کا سایہ طاری تھا۔ پنکھے کی سست گھومتی آواز اور کمپیوٹر کی اسکرین پر ٹمٹماتے کوڈز ہی واحد حرکت تھی۔

معاذ میز پر رکھی فائلوں کی طرف جھکا، انگلی ایک قطار میں رکھی تصاویر کی طرف اٹھای:

"یہ تمہارا سسٹم ہے... ہر چہرہ، شطرنج کا مہرہ ہے جو تمہارے سامنے موجود ہے۔

تمہیں ان سب کے قریب جانا ہے—خاموشی سے، ایک ایک کر کے۔"

گہری سیاں انکھوں والا مرد اہستہ سے پلٹا۔

اس کی نظریں دیوار پر ٹنگی تصویروں پر جا ٹکیں۔

ہر تصویر کے نیچے مختصر لیبل چسپاں تھا:

"سردار حیدر خان شیرازی..."

سفید لٹھے کی شلوار قمیض میں ملبوس، چہرے پر پختہ عمر کی سختی، ماتھے پر ایک سیدھی لکیر،

اور آنکھوں میں ایسا غرور کہ جیسے صدیوں سے کسی سلطنت کا بادشاہ ہو۔

مونچھیں تنی ہوئی تھیں اور ہاتھ میں تسبیح—جیسے عقیدت اور حکم، دونوں ساتھ لے کر چلتے

ہوں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کے برابر میں حماد خان شیرازی کی تصویر تھی

چہرہ نرم، مگر آنکھیں وہی شیرازی خون کی جھلک لیے ہوئے۔

قدرے دراز قامت، سانولا رنگ، اور ہلکی سی مسکراہٹ، جو شاید صرف تصویر کے لیے تھی—ورنہ زندگی میں وہ مسکراہٹ اب کم ہی کسی نے دیکھی تھی۔

ان دو تصویروں کے درمیان کسی خاتون کی تصویر تھی

کریمل رنگ کی ساڑھی، سر پر ہلکی سی چادر لیے ہوئے

آنکھوں میں شفقت تھی،

ان کے برابر میں واسق خان کی تصویر تھی

کالے تھری پیس سوٹ میں،ہاتھ میں موبائل پکڑے، نظریں سیدھی،اور چہرے پر وہ خاموشی و جیہہ نقش، تراشے ہوئے خد و خال، تنی ہوئی مونچھیں،اور جیل سے سیٹ کیے ہوئے بال—

ایسا وقار، جو خود بخود آنکھوں میں ٹھہر جائے۔

اگلی تصویر:

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"زرلشت شیرازی کی تھی

ایک بے حد خوبصورت لڑکی، جو گلے میں دوپٹہ لیے کھڑی تھی۔

گہرے براؤن رنگ کی آنکھیں جو پٹھان خاندان کے وقار کا عکس تھی اور پھر...

کالی گہری آنکھوں والے مرد کے قدم آہستہ آہستہ ایک تصویر کے سامنے جارُکے۔

کالی گہری آنکھیں، جن میں خاموش سوال بھی تھے اور ان کہی کہانیاں بھی۔

گندمی رنگ، نہ بہت سانولا، نہ گورا— بلکہ ایک خوبصورت قدرتی چمک لیے ہوئے۔

گال پر ایک چھوٹا ساڈِمپل، جو دل کو چھو جائے۔

اور اُس کے قدموں میں بیٹھا بھورے بالوں والا ننھا سا کتا—

جس کی وفادار آنکھیں، اُس کی شخصیت کا ہی عکس لگتی تھیں۔

ناولز کلب
Club of Quality Content

گہری سیاں انکھوں والا مرد کچھ دیر اُسی تصویر کے سامنے ساکت کھڑا رہا...

چہرے پر ایک لمحاتی نرمی ابھری—

اس نے ہلکی آواز میں پوچھا، "کب لی گئی ہے یہ تصویر؟"

"چھ ماہ پہلے، شیرازی فیملی کے ایک نجی فنکشن میں۔"

وہ سیاہ آنکھوں والا مرد... چند لمحے خاموش رہا، اور پھر زیرِ لب بولا:

"پھر زیر لب بولا ارمیبہ دورانی

@@@@@@@

صبح کی پہلی کرنیں دبے قدموں، صحن کی سنگ مرمر سے بنی فرش پر اُتر رہی تھیں۔ دھوپ ابھی نرم تھی، جیسے سورج خود بھی اجازت لے کر اس شیرازی محل کے آنگن میں داخل ہو رہا ہو۔ پردے نیم وا تھے، اور خنک ہوا، در و دیوار سے ٹکرا کر کمرے کے اندر ہلکی سرگوشیوں کی مانند داخل ہو رہی تھی۔ یہ وہ خاموشی تھی، جو صرف طاقتور گھروں میں بولتی ہے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

حویلی کے نچلے حصے میں موجود کشادہ طعام گاہ میں ناشتے کا مکمل اہتمام تھا—نہایت سلیقے اور خاندانی شان کے ساتھ۔ چمکتے ہوئے دیسی گھی میں تلے ہوئے خستہ پراٹھے، مٹی کی کٹوریوں میں رکھا تازہ مکھن، شہد کی بوتل جس کے کناروں پر قطرے پھسلتے ہوئے جم گئے تھے، نرم اُبلے انڈے، اور ایک بڑی چینی کی صراحی جس سے اُٹھتی بھاپ کے ساتھ دار چینی کے قہوے کی خوشبو فضا میں تحلیل ہو رہی تھی۔

میز کے صدر مقام پر، ہمیشہ کی طرح سردار حیدر خان شیرازی براجمان تھے۔ سفید شلوار قمیص پر خاکی واسکٹ، تنے ہوئے شانے، قرینے سے مڑی ہوئی مونچھیں، اور گہری آنکھیں— جن میں برسوں کی سیاست، انا، اور تجربے کا عکس چھپا ہوا تھا۔

ان کے آس پاس خاندان کے دیگر افراد موجود تھے، مگر سب سے قریب دائیں جانب بیٹھے تھے حامد خان، اور بائیں جانب واسق خان—

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

حیدر خان نے آہستہ سے واسق کو مخاطب کیا

- واسق... آج شام جلسہ ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ تم میرے اور حامد کے ساتھ چلو۔"

آواز میں نرمی ضرور تھی، لیکن لہجہ ایسا تھا جیسے بات نہیں، حکم دیا جا رہا ہو۔

واسق نے چمچ ہولے ہولے قہوے میں گھماتے ہوئے ایک لمحے کو سر اُٹھایا۔ جیسے آپ مناسب سمجھیں، باباجان۔"

اسی لمحے، حامد خان نے ہلکے سے مسکرا کر نگاہیں دونوں پر مرکوز کیں۔ وہ جانتے تھے کہ یہ عام دعوت نہیں—یہ ایک اعلان ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آج کے جلسے میں واسق کو پہلی بار عوامی سطح پر سامنے لایا جائے—اور یہ قدم صرف سیاست میں شمولیت نہیں، بلکہ ایک بہت بڑی ذمہ داری کی طرف اشارہ تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سردار حیدر خان نے آخری نوالہ اٹھاتے ہوئے کہا:

"جلسہ چھ بجے شروع ہو گا، لیکن ہمیں پانچ بجے پہنچنا ہو گا۔ تم تیار رہنا... اور اگر بولنے کی نوبت آئے، تو وہ حصہ میں سنبھال لوں گا۔"

واسق نے تعظیم سے سر جھکایا:

"جی بہتر، باباجان۔"

دوپہر کی تیز دھوپ نے پورے میدان کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ زمین کی سطح سے اٹھتی حدت، افق پر جھلملاتی دکھائی دیتی تھی، مگر آج کی تپش صرف سورج کی نہیں تھی—یہ لوگوں کے دلوں میں اُبلتے جوش، جذبے اور انتظار کی گرمی تھی۔

میدان کے عین وسط میں ایک بلند اسٹیج قائم کیا گیا تھا، جو سرخ و سبز جھنڈوں سے مزین تھا۔ جھنڈوں کے درمیان شیرانی قبیلے کا مخصوص پرچم، ایک گہرے احترام اور مان کے ساتھ لہرا رہا تھا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اسٹیج کے سامنے دور دور تک انسانوں کا سمندر تھا۔ بزرگ، خواتین، نوجوان، بچے—ہر آنکھ اسٹیج کی طرف مرکوز تھی۔

پھر عقب سے قافلے کی آواز سنائی دی۔

پہلی سفید لینڈ کروزر رُکی۔ دروازہ کھلا۔

حامد خان شیرانی، سفید شلوار قمیص اور ہلکی خاکی پگڑی میں ملبوس، نہایت سکون اور وقار سے باہر نکلے۔ اُن کے چہرے پر برسوں کی تدبر، سیاسی فہم اور وقار کی جھلک تھی۔ قدم آہستہ مگر پراعتماد تھے۔ وہ سلام لیتے ہوئے براہِ راست اسٹیج کی طرف بڑھے۔

اگلی گاڑی سے واسق خان اترا — نوجوان، خوددار، اور خاموش قیادت کا عکس۔

سفید شلوار قمیص میں ملبوس، کندھوں پر کالی اجرک لیے ہوئے۔ نوجوانوں کے ایک گروہ نے زوردار نعرہ لگایا:

"واسق خان زندہ باد!"

"واسق خان ہمارا مستقبل!"

پھر تیسری گاڑی کا دروازہ کھلا۔

Clubb of Quality Content

اور لمحے بھر کو ہوا رُک گئی۔

سردار حیدر خان شیرانی باہر نکلے۔ اُن کا قد، وضع، لباس، اور نگاہ — سب کچھ خاموشی سے اعلان کر رہا تھا کہ یہ شخص صرف قبیلے کا سردار نہیں، وقت کی نبض پر ہاتھ رکھنے والا راہبر ہے۔

سر پر سرخ و سفید چِٹ دار باگڑی، سیاہ شلوار قمیص پر سنہری کڑھائی والی واسکٹ، ہاتھ میں عصا —

ان کی آمد پر خاموشی کی چادر میدان پر تن گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

یہ وہ خاموشی تھی جس میں ہزاروں دلوں کی دھڑکن سنی جا سکتی تھی۔

سردار حیدر خان اسٹیج پر پہنچے، مائیک کے سامنے رُکے، اور آہستہ سے بولنا شروع کیا

"میرے عزیز بھائیو، بزرگوں، ماؤں، بہنوں... اور میرے جوان بیٹو!"

"آج ہم صرف جلسہ نہیں کر رہے... ہم تاریخ کی ایک نئی اینٹ رکھ رہے ہیں۔ یہ پرچم، جو تمھارے سروں پر لہرا رہا ہے، صرف کپڑا نہیں—یہ ہمارے خون، قربانی اور غیرت کی علامت ہے۔"

"ہم نے اپنے حصے کی لڑائیاں لڑی ہیں۔ زمینوں کو سینچا، دشمنوں سے ٹکرائے، اور اپنے بزرگوں کی زبان کو امانت جان کر سنبھالا۔"

اب وقت ہے کہ ہمارے نوجوان آگے آئیں۔ کتاب ہاتھ میں ہو، مگر گردن جھکی نہ ہو۔ سیاست میں بھی آئیں، مگر خودداری کا تاج سر پر رہے۔"

یہ میرا بیٹا نہیں، تمھارا نمائندہ ہے۔"

"واسق خان..."

یہ تمھاری آواز ہے—تمھارا عکس ہے۔"

Clubb of Quality Content

"ہم ترقی بھی کریں گے، مگر اپنی شناخت کو بیچ کر نہیں۔ ہم اتحاد بھی رکھیں گے، مگر سچائی کے ساتھ۔"

"اور یاد رکھنا... جب تک میری سانس باقی ہے، کوئی طاقت تمہارے وقار کو چھو بھی نہیں سکتی۔"

اسٹیج پر ایک لمحے کے لیے سناٹا چھا گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

پھر... اچانک ایک نعرہ فضا میں بلند ہوا،

"سردار حیدر خان زندہ باد!"

"واسق خان ہمارا رہنما!"

"شیرانی خاندان پائندہ باد!"

حیدر خان نے ایک ہاتھ فضا میں بلند کیا—

اور آہستہ سے اختتامی الفاظ کہے:

"یہ صرف شروعات ہے... یاد رکھنا: ہم جھکتے نہیں... ہم جھکانے والے ہیں۔"

@@@@@@@@

جلتے سورج کی تپش اب افق کے پیچھے چھپنے لگی تھی۔ آسمان پر سنہری روشنی نے منظر کو کسی پُراسرار خامشی میں لپیٹ دیا تھا۔ جلسہ اختتام پذیر ہو چکا تھا،

شیرازی محل کے تینوں مرد— حیدر خان شیرانی، حماد خان، اور واسق خان— الگ الگ راستوں پر اپنی گاڑیوں میں سوار ہو چکے تھے۔

اسی دوران، حیدر خان کی گاڑی ایک ویران کچے راستے کی طرف مڑی۔

"خان صاحب، یہ راستہ؟"

ڈرائیور نے تعجب سے پوچھا۔

"بس تھوڑا آگے... ایک ملاقات باقی ہے۔"

حیدر خان نے مختصر سا جواب دیا، اُن کی آواز میں ایک خاص سکون تھا—

گاڑی ایک سنسان، پتھریلی سڑک پر آ کر رکی۔ چاروں طرف خاموشی کا راج تھا، سردار حیدر خان نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ اُنہوں نے اپنی پگڑی کو ذرا سا ٹھیک کیا، اور زمین پر قدم رکھا۔ ابھی وہ دو، تین قدم ہی چلے تھے کہ...

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

ٹھاہ

ہوا میں اچانک بارود کی مہک گھل گئی۔

گولی چل چکی تھی۔

ایک لمحے کو سب کچھ ساکت ہو گیا۔

لیکن اچانک ایک سایہ، ایک نوجوان، تیزی سے آگے بڑھا—اور حیدر خان کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔

ٹھاہ!

یہ دوسری گولی تھی، اور سیدھی اس نوجوان کے جسم سے ٹکرائی۔

وہ جھٹکے سے پیچھے لڑکھڑایا۔ حیدر خان نے چونک کر اُسے تھامنے کی کوشش کی، مگر وہ اُن کی باہوں میں گر چکا تھا۔

حیدر خان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اُن کے سامنے زمین پر خون بہہ رہا تھا، اور اُس میں ایک انجان نوجوان تڑپ رہا تھا— جس نے، بنا کچھ کہے، اُن کی جان بچا لی تھی۔

گاڑی سے دوڑتے ہوئے محافظ آئے۔ گارڈز نے فضا میں فائرنگ کی، مگر حملہ آور جا چکے تھے—یا شاید وہ صرف پیغام دینا چاہتے تھے۔

Clubb of Quality Content

جند لمحے سب کچھ ساکت رہا۔

حیدر خان حیرت اور صدمے کے بیچ، خاموش کھڑے اس زخمی نوجوان کو دیکھتے رہے—

ایک اجنبی، جس نے اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر اُنہیں بچا لیا تھا۔

"یہ کون ہے...؟"

اُن کے لب کپکپائے۔

اٹھاؤ اسے گاڑی میں ڈالو" گاڑی اسپتال لے چلو فوراً! اُنہوں نے چیخ کر کہا۔

گارڈز اور ڈرائیور نے نوجوان کو اٹھایا۔

اُس کا چہرہ عام سا تھا... مگر کچھ ایسا تھا اُس میں— آج پہلی بار، حیدر خان کو کسی اجنبی پر اعتماد سا محسوس ہوا۔

Clubb of Quality Content

ہسپتال پہنچتے ہی ڈاکٹر نے کہا "خان صاحب ان کا خون بہت ضائع ہو چکا ہے۔ فوراً آپریشن کرنا ہو گا!"

"حیدر خان نے ایک بار پھر زخمی نوجوان کے چہرے پر نظر ڈالی۔

اس کی آنکھیں بند تھیں،

حیدر خان آہستگی سے بولے:

"کچھ بھی ہو... اِسے بچانا ہے۔

آج... میری جان اس نے بچائی ہے۔"

آپ فکر نہ کرے خان صاحب ہم اپنی پوری کوشش کریں گئے

تقریباً پندرہ منٹ بعد ایمرجنسی وارڈ کے دروازے پر ایک ڈاکٹر تیز قدموں سے نمودار ہوا۔ چہرے پر تھکن مگر تسلی تھی۔

اس نے سیدھا آکر سردار حیدر خان کی طرف دیکھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"خان صاحب، ہم نے گولی نکال دی ہے... پیشنٹ اب خطرے سے باہر ہے۔ آپ ان سے مل سکتے ہیں۔"

حیدر خان نے خاموشی سے سر ہلایا، اور آہستہ قدموں سے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ دروازہ کھلا، کمرے میں دواوں کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ سفید روشنیوں کے بیچ، ایک نوجوان بستر پر نیم دراز تھا۔ بازو پر پٹی، چہرے پر زردی، مگر آنکھوں میں اب بھی ایک عجیب سی سختی اور خاموشی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

حیدر خان کچھ لمحے اس نوجوان کو دیکھتے رہے،

پھر آہستگی سے اس کے سرہانے آ کر کھڑے ہوئے، اور نرمی سے پوچھا:

"نام کیا ہے تمہارا؟"

نوجوان نے بمشکل آنکھیں کھولیں، ایک نظر سامنے کھڑے باوقار بزرگ پر ڈالی،

پھر ہونٹوں کو جنبش دی، اور آہستگی سے بولا:

"ہاشر...ہاشر دُرّانی۔"

حیدر خان کی بھنویں کچھ اور تن گئیں۔

"یہاں کے تو نہیں لگتے..."

ہاشر نے نظریں چرائیں، پھر وہی ٹھہرا ہوا انداز اختیار کیا:

"پشاور۔" ایک لفظی جواب

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

حیدر خان نے بغور اُسے دیکھا۔ کچھ لمحے خاموشی چھائی رہی، پھر وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے دھیمے مگر گہرے لہجے میں بولے:

"تم جانتے ہو، آج تم نے حیدر خان کی جان بچا کر... حیدر خان پر کتنا بڑا احسان کیا ہے؟"

کمرے میں خاموشی گہری ہو گئی۔ ماضی، حال اور مستقبل... سب لمحہ بھر کو جیسے سانس روک کر کھڑے ہو گئے۔

حاشر نے کچھ کہنے کے لیے سانس بھری، لیکن لفظ ابھی زبان پر آنے باقی تھے۔

@@@@@@@

"شیرازی محل کے بھاری آہنی دروازے سست روی سے کھلے، اور سیاہ رنگ کی لینڈ کروزر دھیرے سے اندر داخل ہوئی۔ شام کی مدھم روشنی گاڑی کے فرنٹ پر لگے شیرازی خاندان کے مخصوص جھنڈے سے ٹکرا رہی تھی—

اندرونی احاطے میں پہلے ہی کچھ لوگ جمع تھے۔ گارڈز، اور خاندان کے قریبی افراد—سبھی کے چہروں پر پریشانی صاف جھلک رہی تھی۔

گاڑی رکی۔ دروازہ کھلا۔

اور حیدر خان شیرازی آہستگی سے نیچے اترے۔ ابھی اُن کے قدم زمین پر پڑے ہی تھے کہ اندر سے واسق خان دوڑتا ہوا ایا

"باباجان!" اُس نے بے قراری سے پکارا، "سب خیریت ہے نا؟ گارڈز کہہ رہے تھے کہ فائرنگ ہوئی ہے آپ کی گاڑی پر؟ آپ ٹھیک ہیں نا

حیدر خان نے ایک لمحہ بیٹے کو دیکھا۔ پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ واسق کا کھندا سہلاتے ہوئے کہا،

"ہاں، میں ٹھیک ہوں۔"

پھر اچانک رُک کر گاڑی کی طرف مڑا،

پیچھے دو گارڈز کسی کو سہارا دے کر گاڑی سے باہر نکال رہے تھے ایک نوجوان، گہرے رنگ کی آنکھیں، زخمی کندھا، چہرے پر عجیب سی سکون بھری سنجیدگی۔

Clubb of Quality Content!

"تمہیں اس لڑکے کا شکر گزار ہونا چاہیے... واسق جس نے مجھے بچاتے ہوئے خود گولی کھائی

واسق خان نے بے اختیار اُس نوجوان کی طرف دیکھا۔ اُن دونوں کی نظریں ایک پل کے لیے آپس میں ٹکرائیں۔

واسق کی پلکیں ہلکی سی جھپکیں۔ دل میں ایک لمحاتی چبھن ہوئی۔ جیسے یہ چہرہ اجنبی ہوتے ہوئے بھی کہیں اندر سے جانا پہچانا سا لگ رہا ہو۔

حیدر خان نے واسق کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور نرم لہجے میں کہا:

یہ ہاشر ہے "میرا محسن۔"

واسق خان دھیرے قدموں سے آگے بڑھا۔ اُس کی آنکھوں میں سنجیدگی

Clubb of Quality Content

وہ ہاشر کے قریب آیا، ایک لمحہ اُسے بغور دیکھتا رہا پھر خاموشی سے اُس کے زخمی کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"تمہارا شکریہ، ہاشر..." اُس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

پھر گردن موڑ کر گارڈز کو آواز دی،

"ہاشر کو، مہمان خانے میں لے جاؤ۔ آرام کرے گا۔"

@@@@@@@

تین دن گزر چکے تھے۔

باہر لان میں سہ پہر کی دھوپ دھیرے دھیرے مدھم ہو رہی تھی۔ گلابوں کی کیاریوں سے اٹھتی خوشبو، ہوا کی نرمی میں گھلی ہوئی تھی۔

لان میں ایک سادہ سی کرسی پر ہاشر مودب انداز میں بیٹھا تھا۔

سامنے برآمدے کی طرف سردار حیدر خان بیٹھے تھے۔

دائیں جانب حامد خان، اور بائیں طرف واسق خان—

ہاشر نے نظریں جھکا کر آہستہ سے کہا:

اگر اجازت ہو، سَر کار... تو میں رخصت چاہوں گا۔ آپ کی مہمان نوازی کا بے حد شکریہ، سردار صاحب۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

حیدر خان کے لبوں پر ایک دھیمی سی مسکراہٹ آئی۔ انہوں نے اپنا عصا ایک طرف رکھتے ہوئے نرمی سے جواب دیا:

ایسا نہ کہو، تم نے میری جان بچائی ہے۔ اگر اُس دن تم نہ ہوتے... تو شاید آج میں یہاں نہ ہوتا

ہاشر مدہم لہجے میں بولا ایسا نہ کہیے سرکار اللہ سلامت رکھے آپ کو۔ اس ملک کو آپ جیسے حکمرانوں کی سخت ضرورت ہے۔ آپ کا سایہ سلامت رہے، سرکار ہاشر نے سر جھکایا، آہستہ سے اٹھنے لگا۔

اسی لمحے واسق خان، جو اب تک خاموشی سے سب دیکھ رہا تھا، بول اٹھا: "تم تو کام کی تلاش میں آئے تھے نا؟"

ہاشر نے سر ہلایا۔ "جی..."

واسق نے ہلکا سا ابرو اٹھایا، "تو ملا کام؟"

نہیں...

"تو اب کیا کرو گے؟"

ہاشر نے ایک لمحہ توقف کے بعد جواب دیا: "تین دن یہاں گزرے... اگر اب بھی کچھ نہ ملا،

تو واپس پشاور چلا جاؤں گا۔"

حیدر خان نے ایک نظر حامد خان پر ڈالی، پھر دوبارہ ہاشر کی طرف رخ کیا۔

➢ اگر تم چاہو... تو ہمارے ساتھ کام کر سکتے ہو۔ کیا خیال ہے

حامد؟"

ناولز کلب
Clubs of Quality Content

حامد خان نے بے ساختہ اثبات میں سر ہلایا: "بالکل، لالا۔ ہاشر جیسے نوجوان ہماری پارٹی کی

اصل ضرورت ہیں۔

ایک لمحے کے لیے خاموشی چھا گئی۔

ہاشر نے نظریں جھکائیں، پھر دھیرے سے بولا: "اگر آپ مجھے اپنے ساتھ کام کرنے کا

موقع دیں گے سرکار تو یہ آپ کا مجھ پر ایک اور احسان ہو گا،

میرے لیے فخر کی بات ہو گی کہ میں آپ جیسے لوگوں کی خدمت کر سکوں۔"

حیدر خان کے چہرے پر اب نرمی اور بھی گہری ہو چکی تھی۔

"یہ احسان نہیں، ہے۔ احسان تو تم نے کیا تھا تم نے جس طرح میری جان بچائی...

حامد خان نے آگے بڑھ کر ہاشر کے کندھے پر ہاتھ رکھا:

"آج سے تم ہمارے ساتھ ہو۔

ہاشر نے سر خم کیا۔ جیسے اندر کوئی بوجھ ہلکا ہو گیا ہو۔

Clubb of Quality Content

کبھی نصیب دروازے کھولتا ہے—

اور کبھی... خود دروازہ بن کر سامنے آجاتا ہے۔

@@@@@@@

اگلی صبح

شیرازی محل کے اندرونی دفتر میں نیم روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

دیواروں پر پرانے نقش، ایک کونے میں چلتا ہوا پنکھا، اور بیچ میں حامد خان اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھے رجسٹر پلٹ رہے تھے۔

دروازے پر آہستہ سی دستک ہوئی۔

"آجاؤ ہاشر..."

ہاشر مودب انداز میں اندر داخل ہوا۔ نگاہیں جھکی ہوئی تھیں، مگر چہرے پر وہی خاموش سا وقار،

حامد خان نے نظریں اٹھا کر، ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا:

"ہاشر، آج تمہیں پہلی ذمّہ داری دی جا رہی ہے۔ یہ معمولی کام نہیں — مگر تم نے خود کو قابلِ اعتبار ثابت کیا ہے۔"

Clubb of Quality Content

ہاشر نے خاموشی سے اثبات میں سر ہلایا۔

حامد خان نے رجسٹر بند کرتے ہوئے نرمی سے کہا:

لالا نے حکم دیا ہے کہ تم چند دنوں کے لیے زَربَل جاؤ—زالا کا پرانا گاؤں۔

وہاں ہماری زمینوں کا کچھ تنازع چل رہا ہے۔

مقامی وڈیروں کو اطلاع دینا، کاغذات چیک کرنا، اور یہ دیکھنا کہ کام کیوں رُکا ہوا ہے۔"

ہاشر نے پہلی بار سر اٹھا کر پوچھا: "اکیلا جاؤں گا؟"

:"نہیں، تمہارے ساتھ ہمارا ایک آدمی ہو گا۔ مگر سن لو ہاشر...

یہ صرف زمین کا معاملہ نہیں ہے۔ وہاں نظریں تم پر ہوں گی۔ دوست بھی... دشمن بھی۔"

ہاشر نے سادگی سے جواب دیا: "میں جانے کے لیے تیار ہوں، سائیں۔"

ہاشر کے ہونٹوں پر ہلکی سی، گہری مسکراہٹ ابھری۔

یہ پہلا قدم تھا—

لیکن وہ جانتا تھا،

یہی قدم اُسے اُس راہ پر لے جائے گا...

جس کے لیے وہ آیا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

شیرازی محل کی راہداری میں سنّاٹا پھیلا ہوا تھا۔ در و دیوار میں جیسے پرانی سرگوشیاں قید ہوں۔

ہاشر زَربَل کے لیے روانگی کی تیاری میں تھا کہ عقب سے آواز آئی:

"ہاشر!"

وہ رکا۔ آہستگی سے پلٹا۔

دروازے کے قریب واسق خان کھڑا تھا—

جیب میں ہاتھ دیے، چہرہ ہمیشہ کی طرح سخت، مگر آنکھوں میں آج کچھ اور تھا۔

کوئی سوال... یا شاید کوئی اندیشہ۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

ہاشر نے مودب انداز میں کہا: "جی، صاحب؟"

واسق دھیرے قدموں سے اُس کے قریب آیا۔

چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر اُس نے ہلکی آواز میں کہا: جو اعتماد بابا نے تم پر کیا ہے...

اُسے ٹھیس نہ پہنچانا۔"

ہاشر نے نظریں جھکائیں، سر ہلایا—> میں اس اعتماد کی قدر کرتا ہوں، صاحب

واسق ہلکا سا مسکرایا، وہی زہریلی مسکراہٹ جو بظاہر ہلکی تھی، مگر دل کو چیر دیتی تھی:

اچھا ہے...

ویسے بھی، تم جیسوں کو پہچاننے میں ہم غلطی نہیں کرتے۔

اور وہاں واسق خان کے لیے رشتے خون سے نہیں اعتبار سے بنتے ہیں

پھر وہ پلٹا... اور لمبے قدموں سے راہداری پار کر گیا۔

ہاشر چند لمحے وہیں کھڑا رہا۔

دل کے اندر بس ایک جملہ گونجتا رہا:

"تم جیسوں کو پہچاننے میں ہم غلطی نہیں کرتے..."

@@@@@@@

دوپہر کا وقت تھا۔

حویلی کے اندرونی صحن میں ہلکی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

درختوں سے چھن چھن کر آتی دھوپ اور پرندوں کی کبھی کبھار سنائی دینے والی آوازیں،

ماحول کو مزید سنجیدہ بناتی جا رہی تھیں۔

دروازے پر گرد زدہ قدموں کے ساتھ ہاشر داخل ہوا۔

کپڑوں پر سفر کی تھوڑی سی گرد جمی تھی، چہرہ سنجیدہ، مگر آنکھوں میں وہ خاص چمک تھی—

جو کامیابی کے بعد ہی آنکھوں میں آتی ہے۔

ایک ملازم جلدی سے اُس کی طرف بڑھا۔ سردار صاحب ڈرائنگ روم میں ہیں، آپ کا انتظار

ہو رہا ہے۔"

ہاشر نے خاموشی سے سر ہلایا اور قدم بڑھا دیے۔

ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہی مودب انداز میں سلام کیا:

السلام علیکم، سرکار

کمرے میں حیدر خان، حامد خان، اور واسق خان موجود تھے۔

واسق حسبِ عادت خاموش تھا، لیکن اُس کی نظریں ہر آنے والے کی طرح، ہاشر کو بھی پوری طرح پڑھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

حیدر خان نے براہِ راست سوال کیا:

"کیا خبر لائے ہو، ہاشر؟"

ہاشر دو قدم آگے بڑھا، اور پر اعتماد لہجے میں بولا:

جو ذمہ داری دی گئی تھی، وہ مکمل ہو چکی ہے، سرکار

جس شخص پر شک تھا، اُس کی سرگرمیوں کی ویڈیو بھی موجود ہے... اور مکمل ثبوت بھی۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

یہ کہتے ہی اُس نے جیب سے ایک چھوٹی سی یو ایس بی نکالی اور میز پھر رکھ دی

۔حامد خان نے ایک نظر حیدر خان کی طرف دیکھا،اور ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا:

گتا ہے ہمارا فیصلہ ٹھیک تھا، لالا۔

حیدر خان نے دھیرے سے سر ہلایا:

بھروسہ جیتنا آسان نہیں، مگر تم نے پہلا قدم ٹھیک رکھا ہے، ہاشر۔"

اسی لمحے واسق خان بول پڑا—

چلو... دیکھتے ہیں تم کہاں تک ساتھ دے پاتے ہو۔"

ہاشر خاموش رہا،

لیکن اُس کے اندر ایک خاموش سکون تھا،

جیسے پہلی دیوار اب پار ہو کر پیچھے رہ گئی ہو۔

Clubb of Quality Content

حیدر خان نے وہ یو ایس بی

اُٹھائی، ایک لمحہ ہاشر کی طرف دیکھا اور مختصر سا جملہ کہا: مجھے خوشی ہے تم

"تم نے یہ تین دن ضائع نہیں کیے۔

"اب تم صرف مہمان نہیں رہے، ہاشر... اب تم ہمارے نظام کا حصہ ہو۔"

واسق خان نے ایک لمحہ اُسے غور سے دیکھا،

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

پھر آہستگی سے بولا:

جس تیزی سے تم نے یہ کام کیا ہے... لگتا ہے تم معمولی آدمی نہیں ہو۔"

ہاشر نے نظریں جھکائیں،

آواز میں وہی سادگی، وہی تہذیب:

میں صرف اپنا فرض نبھا رہا ہوں، سر... جو آپ لوگوں نے مجھے سونپا۔"

"یہ لڑکا ہمیں مایوس نہیں کرے گا۔

حامد، کل سے اسے اندرونی معاملات میں بھی شامل کرو۔"

برآمدے کے سفید زینے دھوپ میں چمک رہے تھے۔

ہاشر آہستہ آہستہ باہر نکلا،

سیڑھیاں اترتے ہوئے، سامنے والے رستے پر ایک ہلکی سی جنبش ہوئی۔

قدم تھم گئے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

وہ زرلشت خان شیرازی تھی۔ سفید بڑی چادر میں لپٹی، ہاتھوں میں کتابیں، قدم دھیرے، مگر باوقار۔ چادر کا پلو چہرے کے آدھے حصے کو ڈھانپے ہوئے تھا، مگر نیچے سے جھانکتی اُس کی ڈارک براؤن آنکھیں... جیسے کائنات کی خاموش زبان بول رہی ہوں۔

ہاشر کے قدم رک گئے۔

وقت تھم گیا۔

ہوا ساکن ہو گئی۔

دھوپ کی روشنی جیسے پل بھر کو ٹھہر گئی ہو۔

زرلشت کی نگاہ اٹھی۔

بس ایک پل—نہ زیادہ، نہ کم۔

مگر اس ایک لمحے میں کچھ ایسا ہوا،

کہ ہاشر کا دل ایک بار دھڑکا... اور پھر جیسے تھم سا گیا۔

وہ زندگی میں بہت چہرے دیکھ چکا تھا،

مگر ایسی آنکھیں؟

ایسا سکون؟ ایسی خاموشی؟

شاید کبھی نہیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

زرلشت کے چہرے پر کوئی مسکراہٹ نہ تھی، مگر آنکھوں میں وہ ہلکی سی حیرت تھی،

جیسے کوئی پہلی بار کسی نادیدہ خیال سے ٹکرا جائے۔ اس نے نظریں جھکائی۔ کتابیں تھامیں،

اور قدم تیز کر دیے۔

ہاشر کی نظریں وہیں رہ گئیں۔ ایک گہرا سانس اُس کے لبوں سے نکلا۔

وہ جانتا تھا—

اس ایک لمحے میں، کچھ بدل گیا ہے۔

ہمیشہ کے لیے۔

@@@@@@

میڈیکل کالج کہ گیٹ سے ارمینہ جیسے ہی باہر نکلی ایک ایک جانی پہچانی ایس یو وی اُس کے

سامنے آرکی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دروازہ کھلا، اور اگلے لمحے واسق خان گاڑی سے باہر نکلا۔

ارمینہ ٹھٹک گئی، حیرت اُس کے چہرے پر نمایاں تھی۔ "آپ؟" اُس کی آواز دھیمی، مگر حیرت سے بھرپور تھی۔ "آپ یہاں؟"

واسق نے سنجیدگی سے اُسے دیکھا، پھر مختصر سا جواب دیا، آواز میں وہی مخصوص سختی:

"ہاں۔ آج ڈرائیور نہیں تھا، تو چھوٹے بابا نے مجھے بھیج دیا۔"

ناولز کلب

ارمینہ نے آہستہ سے نظریں چرائیں، ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر آئی،

ارمینہ خان کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی تو یہی تھی کہ واسق خان خود اسے لینے آیا تھا

گاڑی میں بیٹھو

کچھ لمحے خاموشی سے گزرے پھر اچانک واسق خان نے ارمینہ کو مخاطب کیا

تمہارے ساتھ وہ لڑکا کون تھا

ارمینہ کچھ ٹائم خاموش رہی پھر دھیرے سے بولی کون لڑکا ہے

واسق دانت پیستے ہوئے بولا:

"جو پوچھ رہا ہوں، اُس کا جواب دو۔ یونیورسٹی کے گیٹ پر تمہارے ساتھ جو لڑکا کھڑا تھا۔"

ارمینہ کی نظریں لرزتی انگلیوں پر جم گئیں۔ پل بھر کو چپ رہی، پھر آہستہ بولی:

"وہ...اُس نے مجھ سے نوٹس لیے تھے۔"

واسق نے ایک تلخ ہنسی کے ساتھ سر جھٹکا۔"نوٹس؟یا کچھ اور؟"

ارمینہ نے چونک کر دیکھا، آنکھوں میں ہلکی نمی ابھر آئی، آواز میں خفگی اور دکھ کی ایک ہلکی لرزش:"آپ کا ہر سوال الزام کیوں ہوتا ہے؟"

واسق نے اب گاڑی کی رفتار کچھ اور بڑھادی۔ اور سرد لہجے میں بولا:

"لڑکی کیونکہ تمہارے اطراف ہر چیز مشکوک لگتی ہے... تمہاری خاموشی بھی۔ تمہاری صفائی بھی۔"

ارمینہ نے آہستہ سے سر جھکا لیا۔ اُس کے چہرے پر دکھ کی ایک گہری جھلک تھی۔ گاڑی کے شیشے پر پڑتی روشنیوں نے آنسو چپکے سے چھپا لیے۔

"آپ مجھ سے بات تو کرتے نہیں... اور جب کرتے ہیں تو ایسے جیسے میں کوئی مجرم ہوں۔"

واسق نے سانس روکا، جیسے کچھ کہنا چاہا، مگر خاموش ہو گیا۔

ایک لمحے کو گاڑی کے اندر مکمل خاموشی چھا گئی— صرف دلوں کی دھڑکن باقی تھی... اور ایک انجانی کشمکش۔

واسق نے گاڑی کے گیئر پر گرفت سخت کی اور ایک نظر ارمینہ پر ڈالی جواب مکمل خاموش تھی۔ اُس کے چہرے پر بیزاری، تھکن، اور دکھ واضح جھلک رہا تھا۔

گاڑی آخر کار شیرازی محل کے آہنی دروازے پر رکی۔ پہرے دار نے گیٹ کھولا اور گاڑی آہستہ آہستہ اندر داخل ہوئی۔

واسق نے اچانک سخت لہجے میں کہا:

"باہر نکلو۔"

ارمینہ نے دروازہ کھولا، بیگ سنبھالا اور بغیر کچھ کہے گاڑی سے باہر آ گئی۔ اُس کے قدم سست تھے، دل جیسے بوجھ سے لبھرا ہو۔

جیسے ہی وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھی، واسق نے گاڑی سے اتر کر پیچھے سے ایک اور بات کہی، آواز اب نسبتاً دھیمی تھی مگر پھر بھی سخت:

"آئندہ اس لڑکے سے بات نہ کرنا... شیرازی خاندان کی بیٹیاں مشکوک سایوں کے قریب نہیں جاتیں۔"

ارمینہ رُک گئی۔ پیٹھ واسیق کی طرف تھی، مگر اُس کی آواز میں ٹوٹا ہوا ضبط تھا:

"اور شیرازی خاندان کے مرد... وہ بھی تو بیٹیوں کے زخم سمجھنے کی زحمت نہیں کرتے، ہے نا؟"

ارمینہ بغیر پلٹے سیڑھیاں چڑھتی رہی۔ اُس کا قد چھوٹا تھا، مگر اُس لمحے وہ واسق کو بے حد بڑا لگ رہا تھا— اپنی خاموش جیت میں، اپنی ٹوٹی ہوئی خودداری میں۔

واسق نے مٹھیاں بھینچی ا

"بے وقوف لڑکی..." اُس نے ہولے سے کہا، مگر یہ جملہ شکوے سے زیادہ... شاید کسی انجانے احساس کا اعتراف تھا۔

@@@@@@@

رات کی خاموشی گہری ہو چکی تھی۔ حویلی کے لان میں ٹھنڈی ہوا خاموشی سے درختوں کے پتوں کو چھو رہی تھی۔ چاند کی ہلکی روشنی میں ارمینہ ایک بینچ پر بیٹھی تھی، اس کا چہرہ آسمان

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

کی طرف اٹھا ہوا، جیسے وہ کسی اَن کہے سوال کا جواب چاند سے مانگ رہی ہو۔ آنکھوں کے نیچے ہلکی سی نمی، اور چہرے پر تھکن زدہ خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

زرلشت اُسے تلاش کرتے ہوئے آئی، اور نرمی سے آواز دی،

"ارمینہ... تم یہاں ہو؟ میں کب سے تمہیں ڈھونڈ رہی ہوں۔"

وہ آہستہ سے اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی، اور بغور اُس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے؟ تم ٹھیک ہو؟ روئی ہو کیا؟"

ارمینہ نے جلدی سے نظر پھیر لی اور زبردستی مسکرا کر بولی، "نہیں تو... کچھ نہیں ہوا۔ بس ویسے ہی تھوڑا باہر آ گئی تھی۔"

زرلشت نے اُس کا ہاتھ تھام کر کہا، میری طرف دیکھو ارمینہ ہم کب سے ایک دوسرے سے باتیں چھپانے لگے

ارمینہ کی پلکیں جھک گئیں۔ لمحے بھر کی خاموشی کے بعد اُس نے دھیرے سے کہا،"

"کبھی کبھی دل بہت بھرا ہوا ہوتا ہے، لیکن الفاظ نہیں ملتے کہ کیا کہوں، کیسے کہوں۔"

"کیا واسق لالا نے کچھ کہا؟" زرلشت نے آہستہ سے پوچھا، گویا دل کی بات پر ہاتھ رکھا ہو۔

ارمینہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"وہ کچھ نہیں کہتے، زرلشت۔ لیکن جب کہتے ہے تو اپنے الفاظ سے دوسروں کا دل توڑ جاتے ہیں

"زرلشت نے نرمی سے اُس کے بال سمیٹے، "ارمینہ... واسق لالا جذبات دکھانے والے انسان نہیں۔ تم جانتی ہو نا،

زرلشت کچھ دیر خاموش رہی، پھر مدھم آواز میں بولی،

"کبھی کبھی لوگ جنہیں ہم سب سے سخت سمجھتے ہیں، وہی سب سے زیادہ اندر سے ٹوٹے ہوتے ہیں۔ واسق لالا کو امی کے بعد بہت کچھ اکیلے سہنا پڑا ہے۔ وہ جذبات چھپاتے ہیں، شاید خود سے بھی۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اُن کے دل میں تمہارے لیے جگہ نہیں۔"

ارمینہ نے آہستہ سے سر زرلشت کے کندھے پر رکھ دیا۔ آنکھوں سے چپکے سے دو آنسو بہہ نکلے۔

دونوں کو معلوم نہ تھا کہ تھوڑے فاصلے پر ایک ستون کے سائے میں کوئی کھڑا تھا۔

واسق خان۔

ساکت، چپ، اور گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا۔

اس کی نگاہیں ارمینہ پر ٹکی تھیں۔

چہرے پر کچھ سختی، کچھ تاسف، اور کچھ وہ بے نام احساس جو نہ الفاظ میں ڈھلتا ہے نہ چہرے سے چھپتا ہے۔

وہ اُن کی گفتگو سُن چکا تھا۔

چند لمحے بعد، وہ خاموشی سے پلٹا اور اندھیرے میں گم ہو گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

@@@@@

باب نمبر3: عشق

عشق کیا ہے؟

کسی کو پسند کرنا؟

کسی کو چاہ لینا؟

نہیں!

عشق مرض ہے

جو لاعلاج ہے۔

یہ ایک آگ ہے

جو انسان کو اندر ہی اندر جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔

یہ ایک کرب ہے

جو ہمارا سکون چھین لیتی ہے۔

یہ ایک پیاس ہے

جو پانی سے نہیں بجھتی،

یہ ایک درد ہے

جو الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی

عشق نہ وصال مانگتا ہے، نہ انجام۔

یہ تو ایک بے نام سفر ہے،

جو دل سے شروع ہوتا ہے—

اور دل کو ہی توڑ دیتا ہے۔

@@@@@@@

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

رات کا سناٹا اپنی آخری شدت پر تھا۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے، اور شیرازی محل کے پیچھے لگے نیم اور پیپل کے درخت سایوں کی شکل میں لرز رہے تھے۔

میجر معاذ پرانی جیپ کے قریب کھڑا تھا، گھڑی کی ٹک ٹک گونج رہی تھی۔ پھر ایک ہلکی سی آہٹ ابھری۔

وہی مرد، گہری سیاہ آنکھوں والا، لمبا، سنجیدہ، اور پرُوقار۔ اُس کے قدموں کی چاپ نرم تھی، لیکن اُس کی موجودگی گہری تھی۔

"تاخیر نہیں ہوئی،" اُس نے قریب آکر دھیمی آواز میں کہا۔

معاذ نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا، "کیا خبر لائے ہو اس بار؟"

گہری کالی انکھوں والے مرد نے جیب سے چھوٹا سا فولڈ شدہ کاغذ نکالا اور آگے بڑھایا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"یہ تین کمپنیوں کی فائلیں ہیں— جنہیں سردار حیدر خان کے کہنے پر ٹھیکے دیے گئے، مگر یہ کمپنیاں کاغذوں میں ہیں، زمین پر نہیں۔"

معاذ کی آنکھوں میں سنجیدگی اور حیرت دونوں جھلکیں۔

"پیسے کہاں گئے؟"

"ملک سے باہر۔ دو مختلف بینک اکاؤنٹس، ایک دوبئی، دوسرا ترکی۔ سردار صاحب خود کو بزرگ سیاست دان کہتے ہیں، مگر ہاتھ بہت گہرے پانی میں ہیں۔"

معاذ نے گہری سانس لی، پھر آہستہ سے بولا، "یہ خبر اگر اُچھلی تو ہنگامہ مچ جائے گا۔"

"ابھی نہیں،" کالی گہری انکھوں والے مرد کی آواز میں ٹھہراؤ تھا، "ابھی ہم صرف دیکھ رہے ہیں، سن رہے ہیں۔"

اُس نے آگے ہو کر دھیمی آواز میں مزید کہا:

"پچھلی رات تین لوگ حویلی کی پرانی بیٹھک میں ملے تھے۔ اُن میں سے ایک سرکاری افسر تھا، جو 'ریاستی تحفظ فنڈز' کا نگران ہے۔ وہ سردار کے بیٹے کو اگلے الیکشن میں سپورٹ کرنے کے وعدے پر مالی دستاویزات کا منہ بند کرنے پر آمادہ ہوا ہے۔"

معاذ کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ "یعنی کھیل اب صرف طاقت کا نہیں رہا... اب یہ نیشنل سیکیورٹی کا معاملہ بنتا جا رہا ہے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"بالکل،" مرد نے آہستہ کہا، "اور اگر میں غلطی سے پکڑا گیا، تو یہ سب کچھ دھواں بن جائے گا۔"

معاذ نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "تمہاری سائے میں چھپی قربانی کا وقت آنے والا ہے، پر تب تک... محتاط رہنا۔"

"میں سایہ ہوں، سایہ ہی رہوں گا،" اُس نے کہا، اور اندھیرے میں خاموشی سے واپس مڑ گیا۔

"سنو!"

گہری سیاہ آنکھوں والا مرد فوراً رک گیا، آہستہ سے پلٹا۔

چہرہ سائے میں تھا، مگر آنکھیں جلتی چنگاریوں کی مانند چمک رہی تھیں۔

میجر معاذ سامنے کھڑا تھا، اس کی نظریں سنجیدہ، آواز میں سوال چھپا ہوا تھا:

"ملاقات ہوئی اُس سے؟"

ایک لمحے کے لیے گہری آنکھوں والے مرد کا دل زور سے دھڑکا۔ سینہ جیسے ایک لمحے کو گھٹ سا گیا ہو۔ آنکھوں میں ایک ہلکی لرزش ابھری۔

نہیں... ابھی ملاقات نہیں ہوئی، لیکن دور سے ایک نظر ضرور پڑی تھی اُس پر۔"

معاذ نے دھیمے لہجے میں پوچھا:

"کیسی ہے وہ؟"

کالی آنکھوں والے مرد کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ ابھری، آنکھوں میں ایک چمک سی در آئی۔

"بالکل ویسی ہی... جیسے اُس تصویر میں ہے..."

خاموشی چھا گئی۔ ایک ایسی خاموشی، جو صرف رازوں کی گواہی دیتی ہے۔

@@@@@@

رات کا وقت تھا۔ خنکی سے لبریز ہوا زرلشت کے کمرے کی کھڑکی سے اندر آ رہی تھی۔ وہ اپنے بیڈ پر کمبل لپیٹے، موبائل کی اسکرین پر انگلیاں چلاتے ہوئے ایک ویڈیو پر رک گئی۔ کسی انجان آئی ڈی سے شیئر ہوئی ویڈیو تھی— آواز میں گہری سنجیدگی، الفاظ میں عجیب سا درد اور سکون، اور پس منظر میں دھند بھری پہاڑیوں کی ویڈیو۔

➢ کچھ رشتے لفظوں میں بندھے ہوتے ہیں اور کچھ... خاموشیوں میں ختم ہو جاتے ہیں۔"

زرلشت کو لگا جیسے کسی نے اُس کے اندر کی الجھن کو آواز دے دی ہو۔ دل نے بے اختیار تبصرہ کیا—کچھ دکھاتے ہوئے، کچھ چھپاتے ہوئے:

" کتنی خوبصورتی سے کہا ہے۔ کچھ سچائیاں واقعی بس محسوس کی جاتی ہیں۔ "

کمنٹ کرنے کے بعد اُس کا دھیان اُس ویڈیو کے اپلوڈر پر گیا۔

AD

اس کا بس اتنا سا نام تھا

اور پروفائل پکچر... صرف دو گہری، کالی آنکھیں

زرلشت کے چہرے پر ہلکی سی سنجیدہ حیرت ابھری۔

"بس... آنکھیں؟"

نہ چہرہ، نہ کوئی شوخ تعارف، نہ فالوورز کی دوڑ، نہ ہی دکھاوا۔

کچھ بھی نہیں تھا... صرف وہ آنکھیں۔

زرلشت نے پروفائل کو نیچے اسکرول کیا۔

بس تین پوسٹس تھیں۔

ہر ایک میں ایک چھوٹا سا ویڈیو— دھند، پہاڑ، بارش... اور اس کی آواز:

"یہ زندگی ہے... کبھی شور میں چھپتی ہے، کبھی خاموشی میں چیختی ہے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ایک لمحہ کو زرلشت نے خود کو بھولا ہوا پایا۔

وہ کوئی انفلوئنسر نہیں تھی، مگر اُس کا دل لفظوں سے جُڑا تھا۔ وہ ہر لفظ ہر جملے میں گہرائی کو محسوس کرتی تھی

اسی لمحے اُسے نوٹیفکیشن آیا۔

AD replied to your comment.

زرلشت نے انگلی سے اسکرین چھوئی۔

"کچھ لوگ خود بھی خوبصورت ہوتے ہیں... اس لیے انہیں باتیں دل کو لگتی ہیں۔ 😊"

پھر، کمنٹس میں نیچے کچھ اور لوگ بھی اپنی رائے دے رہے تھے:

Falak._writes: “AD bro your voice hits different yaar

Sara.K: "Kis kis ko ye voice late night mein emotional karti hai? 😭"

Nimra_q: "AD your every post feels like a piece of broken poetry…"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

زرلشت یہ سب پڑھتی رہی۔ مگر اُس کا دھیان صرف ایک چیز پر تھا

AD کے پروفائل اور نام پر بس...

اور وہ دو کالی، گہری، بولتی آنکھیں۔

@@@@@@

وقت، جیسے خاموشی کے پردے میں لپٹا ہوا، آہستہ آہستہ سرک رہا تھا۔

آرمینہ اور واسق کے درمیان رشتہ اب بھی ایک رسمی خاموشی کی زنجیر میں جکڑا ہوا تھا۔

بات چیت ہوتی بھی تو صرف ضرورت کے تحت — لفظ کم، نظریں بچتی ہوئی، اور ہر جملہ اندر چھپے کسی زہر کی مانند۔

مگر اُس صبح... فضا میں جیسے کچھ مختلف تھا۔

سورج کی پہلی کرن جب شیرازی محل کے صحن پر اتری، ارمینہ جلدی میں اپنے کمرے سے نکلی۔ آج ایم بی بی ایس کے سیکنڈ ایئر کا تیسرا پرچہ تھا، اور وہ وقت پر نکلنا چاہتی تھی۔

راہداری کے موڑ پر وہ تیزی سے مُڑی ہی تھی کہ اچانک ایک زوردار ٹکر ہوئی۔

"آہ!"

وہ لڑکھڑائی — زمین پر گرنے ہی والی تھی کہ ایک مضبوط ہاتھ نے اُسے تھام لیا۔

سانس بے ترتیب ہوی قدم سنبھلے... اور نظریں سامنے کھڑے وجود سے جا ٹکرائیں۔

ہاشر۔

وقت جیسے ایک پل کو ٹھہر گیا۔

وہ آنکھیں... گہری، سیاہ، خاموش...

جن میں ایک سوال چھپا تھا، شاید کوئی جواب بھی۔

کچھ لمحوں کے لیے دونوں کی نظریں ایک دوسرے میں الجھ گئیں—

نہ سلام، نہ کلام... بس ایک خاموشی جو بہت کچھ کہہ گئی۔

پھر ہاشر کے لبوں پر ایک نرم سی مسکراہٹ ابھری۔

وہ دھیمی آواز میں بولا:

"سنیے... ہنستی رہا کریں۔ روتے ہوئے... آپ اچھی نہیں لگتیں۔"

ارمینہ کی پلکیں لرز گئیں۔

جیسے یہ ایک جملہ سید ھادل کے کسی چھپے کونے میں جا لگا ہو۔

وہ کچھ بولنے ہی لگی تھی کہ ہاشر پلٹ گیا—

خاموشی سے، بنا کچھ اور کہے۔

آرمینہ کچھ لمحے وہیں ساکت کھڑی رہی...

پھر جیسے اچانک کسی خیال سے چونکی،

کمرے کی طرف پلٹی، موبائل اٹھایا، اور دھیمے قدموں سے گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔

—کچھ تھا جو بدلا تھا،

پر وہ بدلاؤ ابھی لفظوں کا محتاج نہیں تھا۔

@@@@@

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شام کا سورج افق کے پیچھے ڈھل رہا تھا۔ روشنی اور اندھیرے کے بیچ کا وہ لمحہ تھا جہاں ہر شے ساکت ہو جاتی ہے، جیسے وقت نے سانس روک لی ہو۔

سنسان پہاڑی راستے پر، ایک پرانی چائے کے ڈھابے پر ایک گاڑی آ کر رکی۔ دروازہ کھلا اور وردی پہنے ایک شخص نیچے اترا۔ چہرے پر سنجیدگی، آنکھوں میں محتاط جستجو۔

میجر معاذ۔

چند لمحوں بعد، گرد کا ایک ہلکا سا طوفان اٹھا، اور اُس میں سے ایک شخص نمودار ہوا۔ وہ خاموشی سے چلتا ہوا اُس کے قریب آیا۔

سیاہ کپڑوں میں لپٹا ہوا، بدن، اور وہ آنکھیں...

کالی گہری آنکھیں۔ ایسی آنکھیں جن میں ماضی کی آگ سلگ رہی تھی۔

میجر معاذ نے پلکیں جھپکائے بغیر اس کی طرف دیکھا،

"وقت پر پہنچنے کی امید تھی۔"

وہ مرد رکا، آنکھوں میں ایک ہلکی سی تلخی،

"وقت پر آنے والے اکثر دیر سے سمجھے جاتے ہیں۔"

چند لمحے خاموشی میں گزرے۔ آس پاس صرف ہوا کی سرسراہٹ تھی۔

پھر وہ مرد آہستہ سے بولا،

"واسق خان... کل صبح گیارہ بجے شیرازئ محل سے روانہ ہو گا۔"

میجر معاذ کی نظریں تیز ہو گئیں،

"تنہا ہو گا؟"

"نہیں... ساتھ صرف ڈرائیور اور ایک محافظ ہو گا۔ باقی لوگ راستے میں ہوں گے۔ لیکن نکلتے وقت... وہ کمزور ہو گا۔"

میجر کی آواز گہری ہوئی،

"منزل؟"

اسلام آباد

مرد نے لمحہ بھر سوچا، پھر آہستگی سے بولا،

"وہ سمجھے گا کہ وہ کسی اجلاس پر جا رہا ہے... مگر حقیقت میں، وہ اُس زنجیر کی طرف بڑھ رہا ہو گا جو برسوں پہلے کسی نے اس کے لیے تیار کی تھی۔"

میجر معاذ خاموش رہا۔ پھر آہستہ سے بولا،

"مجھے شک تھا تم پلٹو گے"

وہ ہلکا سا ہنسا، وہ ہنسی جو صرف زخموں کے اندر پلتی ہے،

"میرے باپ کا جنازہ جس دن اُس حویلی کے باہر پڑا تھا... اُسی دن میں نے فیصلہ کیا تھا کہ شیرازی حویلی کے غرور کو میں خاموشی سے توڑوں گا۔"

میجر معاذ نے اپنی جیب سے فون نکال کر وقت دیکھا،

"کل... گیارہ بجے... کھیل شروع ہو گا۔"

سیاں آنکھوں والے مرد نے سر ہلایا۔ پھر واپس قدم مڑتے ہوئے رُکا،

"یہ صرف ابتدا ہے میجر... اختتام بہت خاموش ہو گا... لیکن گونج بہت دور تک جائے گی۔

@@@@@

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

آج ارمینہ کا آخری پیپر تھا۔

دوپہر کی دھوپ سلگ رہی تھی۔ سورج اپنی پوری شدت سے چمک رہا تھا۔

ایم بی بی ایس کے فائنل پیپر کے بعد جب ارمینہ ہسپتال سے متصل کالج کے گیٹ سے باہر نکلی، تو فضا میں ایک غیر معمولی بے چینی نے اُسے چونکا دیا۔

راستہ بند تھا۔

ہسپتال کے باہر بھیڑ جمع تھی۔ پولیس اور سیکیورٹی اہلکار سخت چوکسی میں تھے۔

"کسی بڑے آدمی کو گولی لگی ہے!"

کسی کی بلند آواز نے ماحول کا سکوت توڑا۔

آرمینہ کے قدم جیسے زمین سے جُڑ گئے۔ دل میں ایک انجانی گھبراہٹ نے جگہ بنالی۔ اگلے ہی لمحے ایک اور آواز ابھری:

"واسق خان کو گولی لگی ہے!"

یہ سنتے ہی آرمینہ کی ٹانگوں سے جیسے جان نکل گئی۔

اُس نے سُن ہو کر وہ الفاظ دہرائے:

"واسق... خان؟" جیسے اپنی ہی زبان پر اعتبار نہ آیا ہو۔

اسی وقت ایمرجنسی کے دروازے کھلے۔

دو مرد ایک اسٹریچر اندر دھکیلتے نظر آئے۔

واسق خان... بے ہوش، چہرہ زرد، سفید لباس خون میں لت پت...

سینے کے دائیں طرف پٹی بندھی تھی، جس سے اب بھی خون رس رہا تھا۔

"راستہ دو! فوراً!"

نرسیں، گارڈز، اور ڈاکٹرز ہجوم چیرتے ہوئے اسٹریچر کو اندر لے گئے۔

ارمینہ کی سانس بے ترتیب ہو گئی۔

وہ دوڑ کر اندر جانا چاہتی تھی، مگر سیکیورٹی نے روک دیا۔

"یہ میرے... میں ڈاکٹر ہوں، مجھے جانے دیں!"

وہ روہانسی ہو کر چلاّئی۔

اسی لمحے ایک اور گاڑی آ کر رکی۔

جس سے سردار حیدر خان باہر نکلے—چہرے پر زردی، قدموں میں لرزش، آنکھوں میں کرب۔

"میرا بیٹا... واسق!"

اُن کی آواز بھرا گئی۔

رشتے، طاقت، نام... سب کچھ اُس لمحے پیچھے رہ گیا تھا۔ صرف ایک باپ کا درد باقی رہ گیا تھا۔

"زہرہ بیگم کو اطلاع دو فوراً!"

کسی نے جلدی سے فون کیا،

"واسق خان کو گولی لگی ہے... حالت نازک ہے!"

پورا شیرازی خاندان اسپتال کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔

اور ارمینہ...

وہ وہیں کھڑی، کانپتی سانسوں، نم آنکھوں اور لرزتے دل کے ساتھ،

خالی نگاہوں سے اُس دروازے کو تک رہی تھی جہاں سے اُس کا واسق خان اندر گیا تھا---

کچھ دیر بعد...

سردار حیدر خان کے قدموں میں بیٹھی ارمینہ کی آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔

وہ دونوں ہاتھوں سے ان کا بازو تھامے، لرزتی آواز میں بولی:

"بڑے بابا... وہ ٹھیک ہو جائیں گے نا؟ ان کو کچھ نہیں ہو گا نا؟"

سردار حیدر خان نے ارمیبہ کو سینے سے لگالیا۔ زندگی میں پہلی بار

اس کے کپکپاتے وجود کو تھپکیاں دیں اور بھاری دل کے ساتھ دھیرے سے بولے:

"ہاں میری بچی... میرے بیٹے کو کچھ نہیں ہو گا۔ اللہ نے چاہا تو وہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔"

ایمرجنسی یونٹ کے دروازے پر وقت جیسے تھم گیا تھا۔

ہر لمحہ قیامت کی مانند گزر رہا تھا۔

سردار حیدر کی آنکھوں میں بے بسی تھی،

زہرہ بیگم دُعاؤں میں مشغول تھیں،

اور ارمینہ... دل میں سو سو دعائیں لیے لرزتے لبوں کے ساتھ وہیں بیٹھی تھی۔

اسپتال کی روشنیوں میں ایک عجیب خاموشی تھی، جیسے سب کچھ رک گیا ہو۔

پھر...

ایمرجنسی کا دروازہ کھلا۔

ایک درمیانی عمر کا ڈاکٹر باہر نکلا۔ چہرے پر تھکن، مگر آنکھوں میں اطمینان۔

"ڈاکٹر صاحب!" سردار حیدر خان لپک کر آگے بڑھے، آواز میں زندگی کی امید بھری ہوئی۔

ڈاکٹر نے عینک اتاری، ایک گہری سانس لی اور نرمی سے بولا:

"فائر آرم انجری تھی۔ گولی بازو سے پار ہوئی ہے، شکر ہے کوئی بڑی شریان متاثر نہیں ہوئی۔

خون کافی بہہ چکا تھا، لیکن ہم نے وقت پر اسٹیبلائز کر لیا ہے۔

سرجری کامیاب رہی ہے، اور واسق خان اب خطرے سے باہر ہیں۔"

یہ سن کر ارمینہ جیسے وہیں زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔

اس نے آنکھیں بند کیں، دل سے بے اختیار الفاظ نکلے:

"یا اللہ... تیرا شکر ہے..."

سردار حیدر خان نے لب بھینچے، آنکھیں موندیں— جیسے برسوں کی بے بسی آج نرمی سے بہہ گئی ہو۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ہم کب مل سکتے ہیں ان سے؟"

ارمینہ کی لرزتی آواز سنائی دی۔

ڈاکٹر نے نرمی سے مسکرا کر جواب دیا:

"انہیں کچھ دیر آرام کی ضرورت ہے جب ہوش آئے گا، ہم اطلاع دیں گے۔ تب آپ سب مِل سکتے ہیں۔"

ڈاکٹر واپس چلا گیا۔

اور اسپتال کی راہداری میں...

مایوسی کی جگہ امید کا دیا جل چکا تھا۔

@@@@@@

ہاشر..." حماد خان نے اپنی مخصوص بارعب آواز میں اسے پکارا۔

وہ فوراً سیدھا ہو کر بولا، "جی صاحب؟"

"ایسا کرو، ارمینہ کو گھر چھوڑ آؤ۔"

"ٹھیک ہے صاحب، ارمینہ بی بی کو چھوڑ کر فوراً واپس آجاتا ہوں۔"

حماد خان نے سر ہلایا، لیکن پھر ایک لمحے کو رکے۔

"نہیں... اس کی ضرورت نہیں۔ میں اور حیدر لالا ہیں یہاں۔ تم کل صبح آجانا۔"

"جیسا آپ کہیں..." حاشر نے ادب سے سر جھکا دیا۔

پھر وہ ارمینہ کی طرف مڑا، جو ایک طرف کھڑی خاموشی سے نیچے دیکھ رہی تھی۔

"چلیں بی بی؟"

ارمینہ نے ہلکے سے "ھمم" کہہ کر سر ہلایا اور بغیر کچھ کہے اس کے ساتھ چل دی۔

گاڑی میں بیٹھنے کے بعد آدھا راستہ مکمل خاموشی میں گزرا۔ باہر کی رات تاریک تھی، اور اندر گاڑی کا ماحول اس سے بھی زیادہ ساکت۔ ارمینہ کی نظریں کھڑکی سے باہر تھیں، لیکن آنکھوں سے بہتے آنسو چھپ نہیں پا رہے تھے۔

چند منٹ بعد، حاشر نے گاڑی سڑک کے کنارے ایک چھوٹے سے ڈھابے پر روکی۔

"رکیں گے تھوڑا۔"

وہ بنا اس کی اجازت کے اتر گیا، اور کچھ دیر بعد ایک کپ چائے لیے واپس آیا۔

"یہ لیجیے۔"

ارمینہ نے چونک کر دیکھا،"یہ کیا ہے ؟"

"چائے ہے... آپ نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔"

ارمینہ نے تھوڑا جھجکتے ہوئے کپ تھاما۔"شکریہ"

خاموشی کا ایک اور لمحہ گزرا، پھر حاشر نے آہستہ سے پوچھا،

"ایک بات پوچھوں ؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"پوچھو..."اس نے نظریں چائے پر رکھتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ واسق خان شیرازی کو پسند کرتی ہیں ؟"سوال سادہ تھا لیکن چھبتا ہوا

یہ سُن کر ارمینہ کا رنگ ایک دم سفید پڑ گیا۔چائے کا گھونٹ جیسے اس کے گلے میں اٹک گیا ہو۔وہ ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی اور جیسے سانس لینا بھول گئی ہو۔

کچھ لمحے لگے خود کو سنبھالنے میں۔ پھر اس نے نظریں چُراتے ہوئے آہستہ سے کہا،

"نہیں... ایسا کچھ نہیں ہے۔"

حاشر نے نرمی سے کہا،"لیکن آپ کی آنکھیں آپ کی آنکھیں تو کچھ اور کہہ رہی ہیں۔"

ارمینہ نے کپ مضبوطی سے تھامتے ہوئے سر اٹھایا،

"میری آنکھیں جو بھی کہیں، تم... تم ہوتے کون ہو انہیں پڑھنے والے؟"

حاشر نے ہلکا سا مسکرا کر نظریں چرا لیں،اور وہ لمحہ—وہ خاموشی—بہت کچھ کہہ گئی تھی۔

حاشر نے کچھ لمحے خاموشی سے اُسے دیکھا۔ پھر دھیرے سے مسکرایا—وہ مسکراہٹ جو آنکھوں کے پیچھے کے درد کو چھپاتی ہے۔

میں وہ شخص ہو بی بی جو خود برسوں سے اپنی آنکھوں میں کہانی لیے پھرتا رہا،شاید اسی لیے دوسروں کی آنکھوں کا درداب چھپتا نہیں مجھ سے۔"

ایک پل کی خاموشی کے بعد،حاشر کی آواز دھیمی ہوئی،

"کاش... واسق خان بھی آپ کی ان آنکھوں کو سمجھ سکتا... تو شاید آپ اتنی خاموش نہ ہوتیں۔"

یہ جملہ ہوا میں گونجتا رہا۔ جیسے ایک نرم چوٹ دل پر آ کر لگی ہو۔ ارمینہ نے نظریں چرا لیں... اُس کے ہاتھ میں پکڑا چائے کا کپ ہلکا سا کانپ گیا۔

کچھ لمحے بعد، وہ گہری سانس لے کر بولی،

"کچھ رشتے سمجھنے کے لیے نہیں ہوتے... صرف نبھانے کے لیے ہوتے ہیں۔"

اس کی آواز مدھم تھی، جیسے اندر کہیں بہت کچھ ٹوٹ رہا ہو مگر وہ اسے لفظوں کی چھت کے نیچے چھپا رہی ہو۔

حاشر نے اُس کی طرف دیکھا، لیکن کچھ نہیں بولا۔ اُس نے صرف گردن ہلکی سی جھکائی—
جیسے اُس کے درد کو محسوس کر رہا ہو، بنا دخل دیے۔

گاڑی کے شیشے سے باہر رات گزر رہی تھی... لیکن اندر، دو اجنبی دل... ایک خاموش سچائی کے قریب آ رہے تھے۔

اور شاید... وہ لمحہ ارمینہ کو کسی اور کی موجودگی کا احساس دلا گیا تھا— کسی ایسے شخص کا، جو بنا دعویٰ کیے... بس سمجھ رہا تھا

گاڑی اب شہر کی سنسان سڑک پر آ چکی تھی۔ اندر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ حاشر نے ہلکی سی نظر ارمینہ پر ڈالی، جو اب تھوڑی سنبھل چکی تھی، مگر آنکھوں میں وہی اداسی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

چند لمحوں بعد، اس نے نرمی سے کہا:

"اگر آپ کو کبھی زندگی میں کوئی مشکل ہو، یا کوئی بھی مسئلہ ہو... تو آپ مجھ سے کہہ سکتی ہیں۔"

ارمینہ نے چونک کر اُس کی طرف دیکھا۔

بھائی سمجھ کر..."حاشر نے اضافہ کیا، "کیونکہ میں جب بھی آپ کو دیکھتا ہوں، تو مجھے آپ میں میری بہن نظر آتی ہے۔"

ارمینہ کی پلکیں لرز گئیں۔ وہ آہستہ سے بولی:

"کہاں ہے تمہاری بہن؟"

حاشر نے نظریں سامنے سڑک پر جما لیں۔ ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی—وہ مسکراہٹ جو درد کی پردہ پوشی کرتی ہے۔

"کہاں ہے...؟" وہ دھیرے سے دُہراتا ہے،

"ابھی... اسی لمحے... آپ کے روپ میں میرے سامنے محسوس ہو رہی ہے۔"

ارمینہ جیسے کچھ بول ہی نہ پائی۔ آنکھوں میں ایک اور خاموش نمی بھر آئی—اس بار اپنے لیے نہیں، شاید اس کے لیے... جس نے بہن کو کھو دیا تھا، مگر احساس کو نہیں۔

رات کا وقت تھا۔ ارمینہ خاموشی سے گاڑی سے اتری، چہرے پر کوئی تاثر نہیں... جیسے جذبات کو اندر دفن کر چکی ہو۔

دروازے پر پہنچ کر اس نے ایک پل کے لیے پلٹ کر دیکھا۔ حاشر بدستور گاڑی کے اندر بیٹھا تھا، نظریں نیچی تھیں۔

"شکریہ..." ارمینہ نے آہستہ سے کہا، پھر دروازہ کھول کر اندر چلی گئی۔

حاشر نے گاڑی کی لائٹس بند کیں اور خاموشی سے واپسی کی راہ لی۔

کچھ دیر بعد، وہ اپنے چھوٹے سے کوارٹر کے سامنے رکا۔ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو سناٹا اس کا منتظر تھا—

@@@@@@

زرلشت آج بھی سونے سے پہلے اُس پروفائل پر جا پہنچی۔

ای ڈی کی پروفائل پر ایک نئی ویڈیو پوسٹ کی گئی تھی

ایک سنسان رستہ، رات کے وقت ہلکی دھند میں ڈوبا ہوا، اور: AD: کی آواز

"کبھی کبھی وہ لوگ ہمیں سب سے زیادہ چوٹ دیتے ہیں

جن سے ہم سب سے زیادہ جُڑے ہوتے ہیں..."

"پھر بھی ہم ان کے لیے وہ دعا بنے رہتے ہیں

جو کبھی لبوں تک نہیں آتی۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

زرلشت کی انگلی خود بخود کمنٹس میں جا پہنچی۔

"اور کچھ دعائیں... کسی کی خاموشی میں چھپ کر زندگی بھر ساتھ رہتی ہیں۔"

کچھ ہی دیر میں اے ڈی کی طرف سے جواب آیا

"تمہاری باتوں میں وہ گہرائی ہے... جو اکثر صرف تنہا لوگ سمجھتے ہیں۔"

اسی ویڈیو پر اور لوگ بھی کمنٹ کر رہے تھے:

Shazwrites:"Your voice = my therapy after clinical rotations 💆‍♀️"

"Bhai sahab, ye lines dimagh chaat gayi hain. 🔥"

Zarlasht.psyc (replying to Shazwrites):

"سچ کہا... کچھ آوازیں دل کی تھکن اُتار دیتی ہیں۔"

اے ڈی نے فوراً ریپلائی کیا:

"اور کچھ دل... لفظوں کو پہچان لیتے ہیں۔:

لگتا ہے آپ لفظوں کو محسوس کرتی ہیں۔"

زرلشت نے دل تھام کر صرف اتنا لکھا:

"اور آپ انہیں جیتے ہیں۔"

کمنٹس میں خاموشی چھا گئی۔

AD کی طرف سے زرلشت کے کمینٹ کو پن کیا گیا

Updated Caption

”Zarlasht.psyc "اور آپ انہیں جیتے ہیں۔—

"یہ جملہ آج کی رات کا چراغ ہے۔"

زرلشت کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔

کمنٹس میں باقی لوگ بھی نوٹس لینے لگے:

Nimra_q:"Yaar AD ne Zarlasht ka comment pin kiya hai 😳 something cooking?"

Falak._writes:"Tum dono ki baatain literally poetry lagti hain yaar!"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

@@@@@

آج ایک نئی ویڈیو پوسٹ کی گی جس میں اے ڈی کی اواز بارش میں بھیگی کھڑکی کے شیشے پر ہاتھ:

"کبھی کبھی کچھ سوال ہم عمر بھر اپنے دل میں رکھتے ہیں... کیونکہ ہمیں جواب نہیں، بس وہ درد چاہیے ہوتا ہے۔"

زرلشت نے دل سے محسوس کر کے کمنٹ کیا:

اور کچھ درد... ہمارے اندر کے سب سوالوں کا جواب بن جاتے ہیں۔"

چند لمحے بعد

زرلشت کو ایک ڈائریکٹ میسج کا نوٹیفکیشن ملا:

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں... تم اتنا گہرائی سے کیسے لکھ لیتی ہو؟ تمہاری باتیں... سنبھلنے نہیں دیتیں۔"

زرلشت نے کچھ لمحے سوچا، پھر جواب دیا:

"شاید کیونکہ میں خود بھی کچھ ان کہے سوالوں کے ساتھ زندہ ہوں۔"

"پھر شاید ہم ایک جیسے ہیں...

تم لفظوں میں چھپتی ہو، میں آواز میں۔"

"اور ہم دونوں... کسی خاموشی کی زبان جانتے ہیں۔"

زرلشت اگر کبھی آپ اس اواز کو سننا چاہیں

"تو یہ میرا نمبر ہے اپ مجھ سے اس نمبر پر کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

لیکن صرف تب... جب دل واقعی چاہے۔"

زرلشت نے بہت دیر تک اس میسج کو دیکھا...

"پھر صرف آنکھ کا ایموجی سینڈ کیا— جیسے کہہ رہی ہو:"میں نے دیکھ لیا

لیکن ابھی کچھ نہیں کہہ سکتی۔"

@@@@@@

کمرے میں ہلکی مدھم روشنی تھی۔شام اتر چکی تھی، لیکن واسق خان نے اب تک کھڑکیوں کے پردے نہیں ہٹائے تھے۔دروازے پر ایک ہلکی سی دستک ہوئی، جیسے کوئی بے یقینی سے اجازت مانگ رہا ہو۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"آجاؤ۔"

واسق کی آواز تھکی تھکی سی تھی، مگر لہجہ بدستور سخت۔

دروازہ دھیرے سے کھلا۔ارمینہ اندر آئی،ہاتھ میں میڈیکل باکس تھا۔اس کے پیچھے اس کا بڑا سا بھورے بالوں والا کتا،مفاصہ،دھیما دھیما چلتا ہوا اندر داخل ہوا۔اس کے قدموں کی چاپ بھی کمرے میں بکھری خاموشی میں جذب ہو گئی۔واسق نے ایک نظر مفاصہ پر ڈالی،

جس کی سیاہ آنکھیں ہمیشہ کی طرح ارمینہ کے قدموں سے لگی رہتی تھیں۔ پھر نگاہ فوراً موڑ لی۔

"میڈیکل باکس رکھ دو، میں خود کر لوں گا۔"

اس کی آواز میں وہی اجنبیت تھی جو دن بہ دن بڑھتی جا رہی تھی۔

ارمینہ کچھ لمحے خاموش رہی، پھر دھیرے سے بولی،

"بڑے بابا نے کہا ہے... کہ آپ کی پٹی میں کروں۔"

واسق نے تلخی سے لب بھینچے۔ دایاں کندھا قمیض سے جھلک کر پٹی کے نیچے سوجا ہوا نظر آ رہا تھا۔

"لڑکی کتنی بار کہا ہے... میرے سامنے مت آیا کرو۔ تمہیں دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے۔ نفرت ہوتی ہے تم سے۔

اور جب بھی تم سامنے آتی ہو تو مجھے تم سے نئے سرے سے نفرت ہو جاتی ہے،"

یہ جملے کمرے میں سناٹے کی طرح اترے۔ مفاصہ جو صوفے کے پاس آ کر بیٹھا تھا، دم ہلانا بند کر کے خاموشی سے واسق کو دیکھنے لگا۔ ارمینہ کے ہاتھ کپکپانے لگے، پھر بھی اُس نے میڈیکل باکس کھولا، روئی نکالی، اور آہستہ آہستہ شرٹ کے کنارے کو اوپر کیا۔

زخم ابھی تازہ تھا، کندھے کی پچھلی طرف گولی کا نشان سرخی مائل تھا، جسے دیکھ کر بھی واسق کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں آیا۔

ارمینہ نے روئی پر دوا ڈال کر زخم کو صاف کرنا شروع کیا۔ چھوٹے چھوٹے لمس، مگر ہاتھوں میں مکمل احتیاط۔

"آپ... آپ ایسا سلوک کیوں کرتے ہیں میرے ساتھ؟"

ارمینہ کی آواز جیسے خود کو سنانے کے لیے بھی ہلکی تھی۔

"لڑکی کیونکہ تم نفرت کے قابل ہو"

واسق کا جواب سرد تھا، جیسے وہ یہ جملہ کئی بار دہرا چکا ہو—

ارمینہ رک گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی۔ مفاصہ نے دھیرے سے اس کے گھٹنے پر سر رکھا، جیسے اسے تسلی دے رہا ہو۔

"میں نے کیا کیا ہے؟

کیوں آپ کو اتنی نفرت ہے مجھ سے؟"

وہ اب مکمل طور پر رو رہی تھی۔ آواز دبی تھی مگر لرزش میں لپٹی ہوئی۔

واسق نے نگاہیں چرا لیں، جیسے وہ کچھ بھی دیکھنا نہیں چاہتا۔

آپ... آپ اتنی نفرت کیوں کرتے ہیں مجھ سے؟"

واسق نے نظریں چراتے ہوئے زہر بھرا جملہ ادا کیا، "کیونکہ تم نفرت کے قابل ہو۔"

ارمینہ کی پلکیں ساکت ہو گئیں۔ آنکھیں جیسے اس چہرے کو پہچاننے سے انکار کر رہی ہوں۔

وہ خاموشی سے سانس روکے اسے تکتی رہی۔

"کیوں کرتے ہیں اتنی نفرت؟ اگر کرتے بھی ہے تو ماما بابا کے سامنے کیوں نہیں کہتے

واسق تھوڑا آگے جھکا، اس کی آواز اب سنجیدہ تھی،

"کیونکہ چھوٹی امی نے مجھے بچپن سے پالا ہے... بچوں کی طرح۔ اگر میں ان کے سامنے

تمہارے لیے نفرت کا اظہار کروں گا... تو اُنہیں تکلیف ہو گی۔"

اور مجھے؟" ارمینہ کی آواز لرز رہی تھی۔ "مجھے تکلیف نہیں ہوتی؟ میری تکلیف کا کیا؟

آپ کو پتا ہے نا، میں آپ کو پسند کرتی ہوں... محبت کرتی ہوں آپ سے۔

لیکن پھر بھی آپ ہر روز اپنی باتوں سے مجھے ہرٹ کرتے ہیں، ہر دن مجھے توڑ دیتے ہیں۔"

واسق ہلکا سا ہنسا، مگر وہ ہنسی زہر آلود تھی۔

"محبت؟، مائی فُٹ! تم جیسی لڑکی، اور محبت؟"

ارمینہ کی آنکھوں سے آنسو چھلک گئے۔ دل جیسے ایک لمحے میں کئی بار ٹوٹا ہو۔

"مجھ 'جیسی لڑکی' کہنے سے کیا مراد ہے آپ کا؟ میں نے کیا کیا ہے؟"

واسق کا چہرہ سخت ہو گیا۔ آواز بلند ہوئی — بکواس بند کرو اپنی بینڈیج کرو، اور دفع ہو جاؤ یہاں سے!"

ارمینہ نے چند لمحے اُسے یوں دیکھا جیسے وہ اُس شخص کو پہلی بار دیکھ رہی ہو، جو برسوں سے اُس کے دل میں بسا تھا۔

واسق نے کندھے سے قمیض ہٹائی، اور کمر کو ذرا سیدھا کیا تاکہ ارمینہ آسانی سے پٹی باندھ سکے۔ مگر چہرہ اب بھی سپاٹ تھا۔

ارمینہ نے بے دردی سے آنسو پونچھے، اور کپکپاتے ہاتھوں سے خاموشی سے اس کی پٹی بدلی۔ دل کی حالت چہرے سے عیاں تھی، مگر زبان بند رہی۔

ارمینہ نے آنکھیں پونچھیں، گہری سانس لی، اور خاموشی سے پٹی مکمل کی۔ اُس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے، مگر وہ پورے احتیاط سے کام لے رہی تھی۔ زخم پر نئی پٹی رکھ کر اچھی طرح باندھی، اور بنا کوئی بات کیے پیچھے ہٹ گئی۔

دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے مفاصہ اُس کے ساتھ ساتھ چلا۔ دروازہ بند کرتے وقت اس نے آخری بار پلٹ کر واسق کو دیکھا، جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو، مگر الفاظ دم توڑ گئے۔

دروازہ بند ہوا۔ تو واسق نے تھوڑی دیر تک خلا میں دیکھا، پھر آہستہ سے صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔ آنکھیں بند کیں تو ارمینہ کا روتا چہرہ، لرزتی آواز، اور مفاصہ کی پرسکون موجودگی— سب اس کے دل کے اندر شور کرنے لگے۔

وہ آہستہ سے بڑبڑایا، "بے وقوف لڑکی..."

@@@@@@@

رات کے آخری پہر

ساری حویلی گہری نیند میں تھی۔ روشنیوں کا ہجوم اب اندھیروں کے حوالے ہو چکا تھا، صرف کہیں کہیں کسی پرانے بلب کی زرد سی چمک چھتوں، راہداریوں یا کھڑکیوں کے کناروں سے جھانک رہی تھی۔

ارمینہ کا کمرہ نیم روشن تھا۔ قالین پر جائے نماز بچھی ہوئی تھی، اور وہ سجدے میں جھکی رو رہی تھی—بہت خاموشی سے، مگر شدت سے۔

"یارب... میرے دل کا دکھ تُو جانتا ہے، جسے مانگا ہے، بار بار مانگا ہے، تو وہی کیوں میرے نصیب سے دور ہے؟ واسق خان... بس اُسی کو میری تقدیر کر دے۔"

اس کی آواز لبوں سے زیادہ دل سے نکل رہی تھی، جو صرف خالق کو سنائی دیتی ہے۔ آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے، سجدے کی جگہ بھیگی ہوئی تھی۔ ارمینہ کا وجود عبادت میں

مکمل طور پر ڈھل چکا تھا، اور وہ اس لمحے صرف محبوبہ نہیں، ایک عبادت گزار، ایک طلب گار تھی — جو اپنے رب کے سامنے بے بس ہو کر بیٹھ گئی تھی۔

وہ کبھی ہاتھ اٹھا کر گڑگڑاتی، کبھی سجدے میں گر کر روتی، اور کبھی خاموش ہو کر آنکھیں بند کر لیتی — جیسے اندر کچھ ٹوٹ چکا ہو۔

اور اس سارے منظر کا ایک خاموش گواہ موجود تھا۔

حاشر، جو اس وقت اپنے کوارٹر کی چھت پر کھڑا تھا، ہوا سے کھیلتے دھوئیں کے سائے میں ہلکے ہلکے چہل قدمی کر رہا تھا۔ وہ نیند سے بوجھل تھا، مگر دل کی الجھن نے اسے سونے نہیں دیا۔

اچانک اُس کی نظر سامنے والی کھڑکی پر جا رکی — ارمینہ کا کمرہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ ہلکی مدھم روشنی اندر سے باہر تک پھیل رہی تھی۔ پردہ آدھا ہٹا ہوا تھا، اور اس کی نظریں ٹھہر گئیں۔

وہ ارمینہ کو دیکھ رہا تھا — جائے نماز پر جھکی ہوئی، آنکھوں میں آنسو، دل میں درد۔

حاشر کی آنکھوں میں ایک لمحے کو حیرت آئی، پھر خاموشی۔ وہ دور کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا

عشق،وہ زیرِ لب بولا اور استہزائیہ مسکرایا کیسے کیسے لوگوں کو ذلیل و خوار کراتی ہیں،"

ارمینہ کو اس نظر کی خبر نہیں تھی۔ وہ اب بھی رب سے مانگ رہی تھی،

"اگر وہ میرا نصیب نہیں... تو دل میں یہ محبت کیوں رکھی گئی؟ کیوں اُس کے انکار کے بعد بھی دل اُسی کی دہلیز پر پڑا ہے؟ یا رب... کچھ تو رحم کر۔"

ناولز کلب

حاشر کے چہرے پر ایک سایہ سا اتر آیا۔ نہ وہ مسکرایا، نہ افسوس کیا— بس چند لمحے تک ارمینہ کو دیکھتا رہا۔ شاید اس کی خاموش دعاؤں نے دور کھڑے گواہ کے دل کو بھی چھو لیا تھا۔

چند لمحے بعد وہ آہستہ سے چھت کے کونے سے ہٹ گیا۔ قدم دھیمے تھے، دل کچھ الجھا ہوا۔

اور نیچے—ارمینہ اب سجدے سے اٹھی تھی، آنکھیں آنسوؤں سے سرخ، چہرہ پُرسکون، جیسے اُس نے اپنی ہر ٹوٹن رب کے سپرد کر دی ہو۔

@@@@@@@

کمرے کی ہلکی روشنی میں زرلشت بیڈ کے کنارے بیٹھی تھی۔ کلینیکل فائلز ایک طرف رکھی تھیں مگر دماغ مسلسل الجھا ہوا تھا۔ رات کے دو بجے کا وقت تھا، کمرے میں خاموشی کا بسیرا تھا، لیکن دل میں شور بہت تھا۔ وہ اس آواز کو یاد کر رہی تھی جس نے کہا تھا، "جب دل بوجھل ہو، تو مجھے کال کر لینا۔"

چند لمحے تذبذب میں گزرے، پھر اس نے فون اٹھایا اور وہ نمبر ڈائل کر دیا جو ذہن میں محفوظ ہو چکا تھا۔

فون بجا۔ ایک بار، دو بار...

پھر دوسری طرف سے گہری، تھمی ہوئی آواز ابھری:

"ہیلو؟"

زرلشت کا دل دھڑک اٹھا۔ "السلام علیکم،" اُس نے دھیمی آواز میں کہا۔

"وعلیکم السلام،"

پھر لمحے بھر کا توقف ہوا۔ "میں زرلشت بات کر رہی ہوں... پہچانا آپ نے؟"

دوسری طرف اے ڈی کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری جیسے وہ آواز کے پیچھے چہرہ دیکھ رہا ہو۔

"ہاں، تمہیں کیسے نہ پہچانتا؟"

زرلشت نے ہلکا سا سانس خارج کیا۔

"وہ... آپ نے کہا تھا جب دل بوجھل ہو، تو کال کر لینا۔ تو بس..."

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد دوسری طرف سے پھر آواز آئی،

"اچھا کیا کال کر لیا۔

زرلشت نے بے اختیار مسکرانے کی کوشش کی، لیکن آنکھیں نم تھیں۔

" تھینک یو اے ڈی

دوسری طرف ہلکی سی ہنسی ابھری۔

میرا نام اے ڈی نہیں ہے یہ تو بس دوستوں نے

"زرلشت نے چونک کر کہا:

"اچھا... تو کیا نام ہے آپ کا؟"

ملک اجلال دورانی

اور اپ کا زرلشت خان شیرازی

اپ میرا پورا نام کیسے جانتے ہیں؟

میں تو اپ کے بارے میں اور بھی بہت کچھ جانتا ہوں

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اُس کی آواز میں مانوس سی شرافت تھی۔

زرلشت ہلکے سے مسکرائی

اور اپ کرتے کیا ہیں؟"زرلشت نے جھجکتے ہوئے سوال کیا۔

اجلال دورانی کی آواز میں ایک سنجیدہ سا لہجہ آگیا۔ میں انٹیلیجنس میں ہوں... ایک آفیسر۔

او تو اپ انٹیلیجنس میں ہے اس لیے تو اپ کی باتیں اتنی گہری ہیں ویسے آپ.. مصروف تو نہیں تھے؟"

"رات کے دو بجے کون سا افسر میٹنگ میں ہوتا ہے زری؟"

زدی زرلشت زیرلب بولی

ہاں زری جس کا مطلب ہے سونے جیسا، سنہرا، یا سونے کے دھاگوں سے بنی ہوئی چیز

اگر تم برا نہ مانو تو میں تمہیں ذری کہہ کر بلاؤں گا

ٹھیک ہے جیسا اپ کو مناسب لگے زرلشت مسکرائیں

ادھورے باب کا پہلا جملہ مکمل ہوا،

لفظوں نے پہلی بار دل کی زمین کو چھوا۔

باب ابھی باقی ہے،

مگر جملہ لکھا جا چکا ہے...

اور محبت کی کہانی نے

سانس لینا شروع کر دیا ہے۔

@@@@@@

رات کے سائے گہرے ہو چکے تھے۔ گاؤں سے تھوڑی دور ایک سنسان سڑک کے کنارے سیاہ رنگ کی ایس یو وی کھڑی تھی۔ فرنٹ سیٹ پر میجر معاز بیٹھا، بار بار گھڑی پر نظر ڈال رہا تھا۔ چہرے پہ سنجیدگی، اور آنکھوں میں انتظار کی پرچھائیاں تھیں۔

تب ہی دروازہ کھلا،اور ایک شخص خاموشی سے آ کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

معاذ نے فوراً طنزیہ انداز میں کہا،

"یار، تم کب سے لوگوں کو انتظار کروانے لگے؟"

دوسرا شخص، جس کی آنکھوں میں رات جیسی سیاہی تھی، ہلکا سا مسکرایا،

"تمہاری طرح گاڑی میں نہیں آیا۔ پیدل چل کر آیا ہوں۔"

ناولز کلب
Clubs for Quality Content

"اچھا چھوڑو یہ سب، اُس دن گولی سیدھی سینے پر لگنے ہی والی تھی۔ لیکن خوش نصیب تھا، کندھے پر لگ گئی۔"

کالی آنکھوں والے مرد نے ہلکی سی آہ بھری، "ہاں... بچ گیا۔" پھر مدھم لہجے میں بولا،

"لیکن اُس کے بعد حیدر خان نے سیکیورٹی ڈبل کر دی۔ اب دوسرا موقع آسانی سے نہیں ملے گا۔"

معاذ نے ڈیش بورڈ پر ہاتھ مار کر گہرا سانس لیا، "جانتا ہوں۔ مشکل ہو گا۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔ گاڑی میں صرف ہلکے ہلکے میوزک کی مدھم دھن چل رہی تھی۔ کالی انکھوں والا مرد سر سیٹ سے ٹکا کر آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔

معاذ نے اسے بغور دیکھا، "تم ٹھیک ہو؟"

"ہاں۔" ایک لفظی، بے رنگ جواب۔

معاذ نے کچھ دیر خاموشی کے بعد پھر سوال کیا، "اور وہ... وہ کیسی ہے؟"

کالی آنکھوں والے مرد کی پلکیں لرزیں، مگر اس نے آنکھیں نہ کھولیں۔

"اسے مرض لاحق ہے۔"

معاذ نے حیرت سے اُس کی طرف دیکھا،

" کیسا مرض؟"

مرض عشق۔ وہ واسق خان کی محبت میں پاگل ہے۔ تہجد میں رو رو کر خدا سے اسے مانگتی ہے۔"

کالی آنکھوں والے مرد کی اواز میں تلخی گھلی ہوئی تھی۔

"جانتے ہوں، جب اسے گولی لگی تھی، تو وہ پاگلوں کی طرح رو رہی تھی، تڑپ رہی تھی۔"

"اور واسق خان؟"معاز نے سوال داغا۔ کیا وہ بھی اسے چاہتا ہے

"وہ کمبخت تو نفرت کا دعویدار ہے۔ ہر بات میں طنز، ہر جملے میں زہر۔ وہ اسے تکلیف دینا جیسے اس کی عادت بن چکی ہو۔"

معاز نے نظریں سڑک پر جمائیں اور دھیرے سے بولا،

"اور تم... تم کیا محسوس کرتے ہو واسق خان کی بہن کے لیے

کالی آنکھوں والے مرد نے اچانک آنکھیں کھولی فل اے سی کے باوجود اس کی پیشانی پر پسینہ تھا۔ پلکیں لرزیں، دل دھڑکا۔

Clubb of Quality Content

"ایسا... ایسا کچھ نہیں ہے۔"

معاذ ہنسا،

"میں نے تمہارے سارے کمنٹس اور ملز دیکھے ہیں،وہ کمنٹس عام نہیں تھے،الفاظ میں کچھ اور ہی چھپا تھا۔"

کالی آنکھوں والے مرد نے بمشکل ایک مسکراہٹ لبوں پر سجائی، لیکن اندر کہیں وہ چونکا تھا۔ جیسے جاسوس کی چوری پکڑی گئی ہو۔

"ایسا کچھ نہیں ہے، میجر ایسا کچھ نہیں ہے۔

"تم جھوٹ بولتے ہو، میجر ملک اجلال دورانی عرف حاشر دورانی اور اے ڈی جانتے ہو اجلال دورانی تم دل ہی دل میں اسے چاہتے ہو... اور اگر تم نے عشق کی راہ چنی ہے، تو انا للہ و انا الیہ پڑھ لو۔ کیونکہ اس راستے پر جانے والے واپس نہیں آتے۔"

"نہیں!" ملک اجلال کی آواز میں گرج تھی، جیسے دل کی تہہ سے نکلی ہو۔

تم نے کہا عشق؟ میں نے ہنس کر فاتحہ پڑھی،

یہ کھیل نہیں، جہاں سانسیں سلامت بچتی ہیں۔

دل کی گلیوں میں جلتے ہیں خواب بے کفن،

تم کیا جانو، یہاں خواہشیں بھی دفن ہوتی ہیں۔

"ایسا کچھ نہیں ہے معاذ۔ وہ میرے دشمن کی بیٹی ہے۔ وہ دشمن... جس نے مجھے بچپن میں یتیم کر دیا۔ جب میں ماں کے گود میں تھا، جب دنیا کی بے رحمی سے انجان تھا... اُس وقت اُس نے میرے والدین کو چھین لیا۔ میری بہن صرف ایک سال کی تھی۔"

اس کے الفاظ کے ساتھ گاڑی میں خاموشی کی گونج بڑھنے لگی۔

"میں انتقام کے سفر پر ہوں، معاز میری زندگی میں عشق، محبت، یا احساسات کی کوئی جگہ نہیں۔ جب تک میرا انتقام مکمل نہ ہو جائے۔"

"اور رہی بات زرلشت کی... تو اُس محبت کی سزا جو اُس کے باپ نے میری ماں کو دی، وہی سزا میں اس کی بیٹی کو دوں گا۔ میں اسے محبت میں ایسا پاگل بنا دوں گا، کہ وہ ساری عمر میرے نام کا زہر پیے گی۔"

معاز کی نظریں اس کے چہرے پر جمی تھیں،

"تم یہ انتقام، دل سے لے رہے ہو یا... دل کے خلاف؟"

اجلال خاموش ہو گیا۔

گاڑی کی کھڑکی کے شیشے پر رات کا سایہ گہرا ہو رہا تھا۔ موسیقی رک چکی تھی، اور اندر صرف دو سانسوں کی آہٹ باقی تھی... ایک جلتا ہوا دل، اور ایک خاموش گواہ

@@@@@@

باب نمبر 4

جد و جہد

کبھی کبھی سفرِ زندگی میں زخم صرف جسم پر نہیں لگتے، کچھ گھاؤ روح پر بھی پڑتے ہیں—اور انہی گھاؤ کے ساتھ چلتے رہنا ہی اصل جد و جہد ہے

مجھے اپنے ضبط پہ ناز تھا، سرِ بزم رات یہ کیا ہوا

مری آنکھ کیسے چھلک گئی، مجھے رنج ہے یہ برا ہوا

مری زندگی کے چراغ کا یہ مزاج کوئی نیا نہیں

ابھی روشنی، ابھی تیرگی، نہ جلا ہوا نہ بجھا ہوا

مجھے جو بھی دشمنِ جاں ملا، وہی پختہ کارِ جفا ملا

کبھی زخمِ دل، کبھی زخمِ جاں، نہ سلیقہ تھا، نہ شفا ہوا

مجھے آپ کیوں نہ سمجھ سکے، یہ خود اپنے دل ہی سے پوچھیے

مری داستانِ حیات کا تو ورق ورق ہے کھلا ہوا

جو نظر بچا کے گزر گئے مرے سامنے سے ابھی ابھی

یہ مرے ہی شہر کے لوگ تھے مرے گھر سے گھر ملا ہوا

ہمیں اس کا کوئی بھی حق نہیں کہ شریکِ بزمِ خلوص ہوں

نہ ہمارے پاس نقاب ہے، نہ کچھ آستین میں چھپا ہوا

مرے ایک گوشۂ فکر میں، مری زندگی سے عزیز تر

مرا ایک دوست ہے دوست سا، کبھی ملا نہ جدا ہوا

مجھے ایک گلی میں پڑا ہوا، کسی بدنصیب کا خط ملا

کہیں خونِ دل سے لکھا ہوا، کہیں آنسوؤں سے مٹا ہوا

مجھے ہم سفر بھی ملا کوئی تو شکستہ حال مری طرح

کئی منزلوں کا تھکا ہوا، کہیں راستے میں بلا ہوا

رات کا وقت تھا۔ ڈائننگ ہال کی روشنیاں مدھم اور نرم سی تھیں، کھانے کی خوشبو ہر کونے میں پھیلی ہوئی تھی۔ چمچوں کی کھنک اور ہلکی ہلکی سرگوشیاں ایک مانوس سا سکون پیدا کر رہی تھیں۔ سب اپنے اپنے پلیٹوں میں مصروف تھے کہ اچانک واسق خان نے ہونٹوں کو بے چینی سے بھینچا، جیسے اندر کچھ دبے لفظ باہر نکلنے کے لیے مچل رہے ہوں۔ اس کی نظریں ایک لمحے کو ارمینہ پر ٹکیں— محض ایک لمحے کے لیے— پھر تیزی سے ہٹ کر حماد خان پر جا رکیں۔

"چھوٹے بابا... "آپ میرے دوست جواد کو جانتے ہیں نا؟"

حماد خان نے ہاتھ میں پکڑا چمچ پلیٹ میں رکھتے ہوئے نظر اٹھائی،

"کون جواد؟ وہی جو بیرونِ ملک ہوتا ہے؟"

"جی... وہی۔" واسق خان نے گہری سانس لی، "اس نے اپنے چھوٹے بھائی زاہد کے لیے

ارمینہ کا رشتہ مانگا ہے۔ وہ باقاعدہ طور پر رشتہ لے کر آنا چاہتا ہے۔"

یہ جملہ ڈائننگ ہال کے ماحول پر ایک دم جیسے سناٹا لے آیا۔ ارمینہ کا نوالہ اٹھاتا ہوا ہاتھ ہوا

میں ہی رک گیا۔ اس کی آنکھوں میں اچانک چمک اُتری—وہ چمک جو دراصل نمی تھی۔

اس کے سینے میں کچھ بھاری سا اتر آیا۔ پاس بیٹھی زرلشت نے فوراً اس کے بیچ پڑتے ہاتھ پر

اپنا گرم ہاتھ رکھا، مگر وہ لمس بھی اس کے دل کی دھڑکن کی بے ترتیبی کو کم نہ کر سکا۔

حماد خان نے آہستہ سے اپنی بیوی زہرہ کی طرف دیکھا، جیسے اس کی آنکھوں سے کوئی خاموش

رائے طلب کر رہا ہو، پھر واسق خان کی طرف متوجہ ہو کر کہا،

"ہاں، ٹھیک ہے... ملنے میں کوئی حرج نہیں۔"

"کیوں لالا؟"

"ہاں، ملنے میں تو کوئی حرج نہیں۔" حیدر خان کا لہجہ سیدھا تھا

ارمینہ نے اپنے اندر اٹھتے طوفان کو دبانے کی ناکام کوشش کی۔ اس کے گلے میں کوئی سخت سا پھندہ اٹک گیا تھا۔ اس نے آہستہ سے کرسی کھسکائی، اس کے قدم بھاری تھے، لیکن تیز چلنے لگی۔ اس کے پیچھے اس کا بھورے بالوں والا کتا مفاصا بھی چپ چاپ چل پڑا، جیسے وہ بھی اس کی کیفیت سمجھ رہا ہو۔

کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہی ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔ وہ بستر پر بیٹھ گئی اور چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔

تقریباً دو گھنٹے گزر چکے تھے۔ ارمینہ کا رونا تھم تو گیا تھا، مگر آنکھیں اب بھی سوجی ہوئی، پلکیں بھاری اور چہرہ زرد پڑ چکا تھا۔ کونے میں بیٹھا مفاصا خاموشی سے اپنی مالکن کو تک رہا تھا۔ کبھی وہ اپنا بڑا سا سر زمین پر رکھ دیتا، کبھی ہلکے سے آہ بھرتا، جیسے وہ بھی اس کے دکھ کو محسوس کر رہا ہو۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ارمینہ نے آہستہ سے پانی کے دو گھونٹ پیے، گہری سانس لی،اور کمرے سے نکلی،مفاسا بھی فوراًاٹھااور اس کے ساتھ چلنے لگا۔اس کے بھاری قدموں کی ہلکی ہلکی آواز راہداری میں گونج رہی تھی۔

وہ لمبے راہداری سے گزرتے ہوئے سیدھاواسق خان کے کمرے کی طرف بڑھی۔اس نے دروازے کو نوک کرنے کے بجائے ہینڈل دبایااور اچانک کھول دیا۔

کمرے میں ہلکی نیم تاریکی تھی۔کھڑکی کے پردے آدھے کھلے،تھے اور صوفے پر بیٹھاواسق خان گہری سنجیدگی کے ساتھ سگریٹ کے دھوئیں میں گم تھا۔دھوئیں کے بادل آہستہ آہستہ چھت کی طرف اٹھ رہے تھے۔دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ چونکااور نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے ہی ارمینہ کھڑی تھی اس کی آنکھوں میں سوجن اور چہرے پر تھکن کی لکیریں صاف واضح تھی

"یہ کیا بدتمیزی ہے،لڑکی؟"واسق کا لہجہ سخت تھا۔"کسی نے تمہیں یہ نہیں سکھایا کہ کسی کے کمرے میں آنے سے پہلے نوک کرتے ہیں؟"

ارمینہ نے ایک قدم آگے بڑھایا، مفاسا بھی ساتھ ساتھ سر جھکائے مگر چوکس کھڑا رہا۔

"نہیں... نہیں سکھای مجھے کسی نے تمیز۔" اس کی آواز لڑکھڑائی، "جیسے آپ کو کسی نے یہ نہیں سکھایا کہ کسی کی زندگی میں انٹرفیئر نہیں کرتے۔"

واسق نے سگریٹ ہاتھ میں تھامے اسے دیکھا۔ یہ وہی لڑکی تھی جو کبھی آنکھ اٹھا کر بات نہیں کرتی تھی، آج وہ اس کے سامنے یوں کھڑی تھی۔

"زبان سنبھال کر بات کرو، لڑکی!" اس نے آنکھیں تنگ کر کے کہا۔ "کب میں نے تمہاری زندگی میں انٹرفیئر کیا ہے؟"

"آپ ہوتے کون ہیں میرے لیے رشتہ لانے والے؟ ہاں، ہوتے کون ہیں آپ؟" ارمینہ کی آواز کانپ رہی تھی،

واسق نے سگریٹ کا کش لیا، دھواں چھوڑا اور کہا، "میں نے تو بس ایک بات کی تھی۔"

"آپ نے بات ہی کیوں کی؟ہاں کیوں کی؟"ارمینہ کی آنکھوں میں آنسو پھر سے بھرنے لگے،"یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں آپ کو پسند کرتی ہوں... محبت کرتی ہوں آپ سے!"

واسق خان کا زبط ٹوٹنے لگا۔"زبان سنبھال کر بات کرو،یہ نہ ہو کہ میرا ہاتھ اٹھ جائے!"

"ہاں... صرف ہاتھ اٹھانا ہی تو رہ گیا ہے!"ارمینہ تلخی سے بولی،"باقی تو آپ نے ہر طرح سے مجھے اذیت دی ہے۔میں مر جاؤں گی آپ کے بغیر... مت کریں مجھ پر اتنا ظلم!"

واسق نے ایک بے رحم مسکراہٹ کے ساتھ کہا،"تو مر جاؤ...اچھا ہے...جان چھوٹ جائے گی۔"

یہ جملہ ارمینہ کے دل میں تیر کی طرح لگا۔ارمینہ کی سانس اکھڑ گئی۔

"کیوں کرتے ہیں آپ مجھ سے اتنی نفرت...؟"

"کیونکہ تم نفرت کے ہی قابل ہو،ارمینہ۔"

"ایسا کیا کیا ہے میں نے؟"وہ بے بسی سے بولی۔

اسی لمحے زرلشت شور سن کر اندر آئی، مگر واسق کی نظریں ارمینہ پر جمی رہیں۔

"مجھے تم سے اور تمہارے خون دونوں سے نفرت ہے۔"اس نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا،"تم بھی اپنی ماں کی طرح بدکردار ہو گی۔"

ارمینہ کے ہونٹ کپکپائے، آنکھیں پھیل گئیں۔

"آپ... میری ماما اور اپنی چھوٹی امی کے بارے میں..."

واسق نے اس کی بات کاٹ کر کہا،"نہیں ہے نہیں ہے چھوٹی امی تمہاری ماں!"

"آپ جھوٹ بول رہے ہیں!"ارمینہ کی آواز ہچکیوں میں ٹوٹ گئی،"آپ مجھے تکلیف دینے کے لیے یہ سب کہہ رہے ہیں...نا؟"وہ زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔

زرلشت دوڑ کر اس کے پاس آئی،"ارمینہ!"

واسق نے ہلکا سا طنزیہ مسکرا کر کہا،

"تم ارمینہ حماد شیرازی نہیں... تم ارمینہ احتشام دورانی ہو۔ پلوشہ خان شیرازی اور ملک احتشام دورانی کی بیٹی۔ اور یہ بات سب جانتے ہیں... سوائے تمہارے۔"

وہ آگے جھک کر بولا، "اور رہی بات نفرت کی... تو تمہارے بھائی نے میری ماں کا قتل کیا تھا۔ سیڑھیوں سے دھکا دیا تھا میری ماں شیشے کی میز پر گریں... کانچ ٹوٹ کر ان کے سر اور سینے میں دھنس گیا۔ یہیں—"اس نے اپنے سینے پر ہاتھ مارا، "ان کے دل میں لگا۔ اور وہ موقع پر ہی مر گئیں۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ارمینہ اب کچھ سن نہیں رہی تھی۔ صرف واسق خان کے الفاظ اس کے دماغ میں گونج رہے تھے۔ "تم ارمینہ حماد شیرازی نہیں... تم ارمینہ احتشام دورانی ہو۔ پلوشہ خان شیرازی اور ملک احتشام دورانی کی بیٹی۔ اور یہ بات سب جانتے ہیں... سوائے تمہارے۔"

ارمینہ کے لب کانپ رہے تھے، لہجے میں لرزش اور آنکھوں میں شکوے کی پرچھائیاں تھیں۔ وہ بار بار ایک ہی بات دہرا رہی تھی، جیسے اپنے دل کو یقین دلانے کی ضد پر اڑی ہو۔

"آپ جھوٹ بول رہے ہیں... صرف مجھے تکلیف دینے کے لیے... آپ جھوٹ بول رہے ہیں!"

اس کی لرزتی آواز کمرے کی خاموشی میں چبھتی ہوئی تیر کی مانند گونج رہی تھی، اور اس کے الفاظ میں ٹوٹنے کا دکھ صاف جھلک رہا تھا۔

وہ سنبھلنے کی کوشش کرتی ہوئی اٹھی، زرلشت اس کے ساتھ ہی اٹھی

"ارمینہ... سنو میری بات! سنو

لیکن ارمینہ اپنے کمرے میں جا کر دروازہ زور سے بند کر چکی تھی۔ مفاسا بھی اس کے پیچھے اندر آیا اور بستر کے پاس بیٹھ کر اپنا بڑا سا سر اس کی گود میں رکھ دیا۔ ارمینہ نے آنسو بہاتے ہوئے مفاسا کے گرد بازو لپیٹ لیے، "اکیلا... چھوڑ دو مجھے زرلشت" وہ ٹوٹے دل سے بس اتنا کہہ پائی

Clubb of Quality Content!

@@@@@@۔

زلشت جیسے ہی اپنے کمرے میں داخل ہوئی،اس کا موبائل مسلسل بج رہا تھا۔اسکرین پر ایک نام چمک رہا تھا—"اے ڈی کالنگ"۔زرلشت نے فوراًفون اٹھایا۔

"ہیلو؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "زری... کب سے تمہیں کال کررہا ہوں،فون کیوں نہیں اٹھا رہی؟"

زرلشت نے ہلکی سی سانس کھینچی،میں...باہر تھی۔"

اجلال کا لہجہ بدل گیا،سنجیدگی میں نرمی اور تشویش شامل ہو گئی۔"زری تم رو رہی ہو؟"

زرلشت نے ہچکی دباتے ہوئے کہا،

"وہ... وہ ارمینہ..."

"کون؟" اجلال کو لگا کہ شاید اس نے غلط سنا ہو۔

"ارمینہ... میری کزن۔"

" کزن...؟" اجلال نے بے یقینی سے کہا، پھر اس کے لہجے میں اضطراب بڑھنے لگا،" کیا ہوا اسے؟

زرلشت کی آواز پھر آئی۔ "آپ جانتے ہیں... وہ... وہ ہمارے چھوٹے بابا، میرا مطلب حماد چاچو کی بیٹی نہیں ہے۔ وہ ہماری پھپھو کی بیٹی ہے..."

اجلال ایک لمحے کو جیسے پتھر کا ہو گیا۔

زرلش نے گہری سانس لی، پھر جلدی جلدی ارمینہ اور واسق کے درمیان ہونے والی ساری گفتگو بتادی۔ ایک ایک لفظ، جیسے زہر کی بوندیں اجلال کے کانوں میں ٹپک رہی ہوں۔

دوسری طرف اجلال کو محسوس ہو رہا تھا کہ اس کا دل سینے میں دھڑکنے کے بجائے نیچے گر رہا ہے۔ اس نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی، مگر دل کی بے چینی قابو میں نہ آئی۔

"تو... تمہیں اس کے ساتھ ہونا چاہیے تھا..." اس نے بمشکل کہا، جیسے الفاظ بھی اس کے گلے میں پھنس گئے ہوں۔

زرلشت نے آہستہ سے کہا، "میں گئی تھی، لیکن... اس نے دروازہ بند کر دیا۔ وہ کہہ رہی تھی کہ وہ اکیلے رہنا چاہتی ہے۔"

اسی لمحے، ملک اجلال دورانی کو لگا کہ اس کی سانس رک رہی ہے، جیسے کسی نے اس کی روح مٹھی میں جکڑ لی ہو۔ دل میں ایک عجیب سا خالی پن پھیل گیا۔

"زرلشت... میں تمہیں بعد میں کال کرتا ہوں..." اس کا لہجہ لڑکھڑا رہا تھا، جیسے وہ اپنے حواس پر قابو پانے کی کوشش کر رہا ہو۔

کال کٹ گئی، مگر دونوں طرف خاموشی اور بوجھل ہوا کی گونج باقی رہ گئی۔

ملک اجلال دورانی چاہتا تھا کے اس کی بہن کو حقیقت کا پتا چلے لیکن ایسے چلے کے اسے تکلیف ہو وہ یہ کبھی نہیں چاہتا تھا.

"سچائی دکھانا آسان ہے... مگر اسے اس طرح دکھانا کہ دل نہ ٹوٹے، یہی سب سے مشکل جدوجہد ہے۔"

@@@@@

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

سورج کی ہلکی سنہری روشنی کھڑکی کے پردوں سے چھن کر ڈائننگ ہال میں پھیل رہی تھی۔ ہال میں ناشتے کی میز سجی تھی، چائے کی خوشبو پورے کمرے میں گھل رہی تھی۔ سب لوگ معمول کے مطابق اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے تھے—زہرہ بیگم، حماد خان، حیدر خان، واسق خان— مگر دو چہرے غائب تھے۔

واسق خان کے قدموں کے پاس بھورے بالوں والا کتا "مفاسا" آ کر بیٹھا

۔وہ عجیب بے چینی کے ساتھ کبھی واسق کی طرف دیکھ کر بھونکتا، کبھی ہلکے ہلکے کراہتا۔ لیکن چند لمحے بعد وہ وہاں سے چلا گیا

واسق خان نے اپنی پلیٹ سے نوالہ اٹھاتے اٹھاتے اچانک گردن اٹھائی اور زہرہ کی طرف دیکھ کر بے چینی سے پوچھا،

"چھوٹی امی... زرلشت اور ارمینہ کہاں ہیں؟"

زہرہ بیگم نے سکون سے جواب دیا، "زرلشت تو یونیورسٹی چلی گئی... اور ارمینہ؟" وہ ایک لمحے کو رکی، پھر حماد خان کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں، "اب تک نہیں اٹھی شاید۔"

حماد خان نے فوراً چونک کر کہا، "کیا؟ ارمینہ اب تک سو رہی ہے؟ وہ تو کبھی اتنی دیر تک نہیں سوتی۔"

ان کے لہجے میں ہلکی سی تشویش تھی۔

واسق کے برابر کھڑی ایک ملازمہ "کبری بی" نے یہ سن کر سر جھکا کر کہا، "میں دیکھ کر آتی ہوں خان صاحب۔"

اسی دوران مفاسا پھر واسق کے قریب آیا، اس کے پاؤں کے گرد منڈلایا اور زور سے بھونکنے لگا۔ واسق نے اس بار چونک کر اسے دیکھا، دل میں انجانی بے چینی سی اتر آئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

پانچ دس منٹ بعد کبری بی واپس آئیں، ان کے چہرے پر گھبراہٹ تھی۔

"خان صاحب... وہ... ارمینہ بی بی دروازہ نہیں کھول رہیں۔"

یہ سنتے ہی واسق خان کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ وہ تیزی سے اٹھا، "چابی لا کر دو مجھے!"

وہ دروازہ کھولنے کے لیے بھاگتے ہوئے ارمینہ کے کمرے کی طرف گیا، اس کے پیچھے حیدر خان، حماد خان، اور زہرہ بیگم بھی لپکے۔

واسق نے چابی سے دروازہ کھلا، اور جو منظر سامنے تھا... اس نے سب کی سانس روک دی۔

ارمینہ زمین پر پڑی تھی۔ اس کے ہاتھ سے بے تحاشہ خون بہہ چکا تھا، اور اس کا رنگ موم کی طرح سفید پڑ چکا تھا۔

"یا اللہ..." زہرہ بیگم کی چیخ نکلی، وہ دوڑتی ہوئی ارمینہ کے پاس گئیں، اس کے سر دہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بولیں، "ارمینہ! میری بچی! یہ.. یہ کیا کر لیا تم نے؟"

ناولز کلب
Club of Quality Content

واسق خان ایک لمحے کو جیسے ساکت ہو گیا، دنیا کی ہر آواز دور ہوتی چلی گئی اور اس کے کانوں میں ارمینہ کی وہی ہلکی، ٹوٹی ہوئی آواز گونج اٹھی: "میں مر جاؤں گی آپ کے بغیر..."

پھر اچانک جھک کر اسے گود میں اٹھالیا۔ "بابا! ڈرائیور سے کہے گاڑی نکالے!"

ہسپتال پہنچتے ہی ارمینہ کو ایمرجنسی میں لے جایا گیا۔ تقریباً دس منٹ بعد ڈاکٹر باہر آیا۔

"ان کا خون بہت بہہ چکا ہے، فوری طور پر بلڈ چاہیے۔ ان کا بلڈ گروپ او پازیٹو ہے

حماد خان نے فوراً واسق کی طرف دیکھا،"تمہارا بھی تو اوپازیٹو ہے ناواسق

"جی، چھوٹے بابا۔"

"تو جاؤ... کس چیز کا انتظار کر رہے ہو

خون چڑھانے کے بعد حماد خان نے پھر ڈاکٹر سے بے قراری سے پوچھا

"ابھی تک میری بیٹی کو ہوش کیوں نہیں آیا؟"

Clubb of Quality Content

ڈاکٹر نے گہری سانس لے کر کہا:

"خان صاحب، آپ کی بیٹی کا خون بہت بہ چکا ہے، ہم نے انہیں آرام کے انجیکشن دیے ہیں۔ اس لیے ہوش آنے میں دو تین گھنٹے لگ سکتے ہیں۔ حوصلہ رکھیں۔"

ڈاکٹر کے جاتے ہی زہرا بیگم اور زرلشت بھی پہنچ گئیں۔

زہرا نے روتے ہوئے کہا:"حماد! کیسی ہے میری بیٹی؟

دعا کرو اسے جلدی ہوش آجائے زہرہ حماد خان الجھن میں تھے:"مجھے سمجھ نہیں آرہا آخر ایسی کیا بات تھی کہ نوبت خودکشی تک پہنچ گئی۔"

زرلشت نے ایک نظر اپنے بھائی پر ڈالی جو بہت ہی آسانی سے اپنی نظروں کا زاویہ بدل گیا ایسے جیسے اس نے کچھ کیا ہی نہی ہے

زہرا تڑپتی ہوئی بولیں:"مجھے اپنی بچی سے ملنا ہے!"

کمرے کے اندر ارمینہ بے ہوش پڑھی تھی،زرد چہرہ،لئے ہاتھ پر پٹی،چہرے پر آکسیجن ماسک۔

زہرہ زورو کا تار رو رہی تھی "حماد،اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں مر جاؤں گی... خدا نے دس سال بعد مجھے اس کی شکل میں اولاد دی تھی اور اب وہ اس حالت میں ہے۔"

زرلشت نے انہیں دلاسا دینے کے لیے آگے بڑھی۔

واسق نے آنکھیں بند کر لیں——وہ کیا بتاتا کہ اصل وجہ وہ خود ہے جس کی وجہ سے وہ اس حالت میں ہے۔

:

"چھوٹے بابا، آپ صبح سے یہاں ہیں۔ آپ، چھوٹی امی اور زرلشت کو لے جائیں، میں ہوں یہاں۔"

زہرا نے سختی سے کہا: "نہیں! میں اپنی بیٹی کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

آخر کار واسق کے بہت کہنے پر کچھ دیر بعد وہ لوگ چلے گئے،

ان کے جانے کے تقریباً بیس منٹ بعد واسق خان خاموشی سے کمرے میں دوبارہ داخل ہوا۔

کمرے کی ہلکی مدھم روشنی میں ارمینہ کے چہرے پر بے ہوشی کی سی سفیدی چھائی ہوئی تھی۔ اچانک اس کے بند پلکوں میں لرزش ہوئی، جیسے خواب اور حقیقت کے بیچ سے کوئی کھینچ رہا ہو۔

اس نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں—دھندلے منظر میں سب سے پہلے واسق خان کا چہرہ ابھرا، جو اس کے قریب کرسی پر بیٹھا تھا۔

وہ فوراً اٹھا اور جھک کر دھیمی مگر فکر بھری آواز میں بولا، "تم ٹھیک ہو؟"

ارمینہ چند لمحے بس اسے دیکھتی رہی... پھر اچانک نظر اپنے ہاتھوں پر جا ٹھہری۔ ایک ہاتھ پر سفید پٹی لپٹی تھی، دوسرے میں کینولا لگا ہوا تھا۔ یہ دیکھتے ہی وہ سیدھی ہوئی اور پاگلوں کی طرح کینولا کھینچنے لگی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہ کیا کر رہی ہو تم؟ پاگل ہو گئی ہو؟" واسق خان اسے پاگلوں کی طرح ہاتھ سے کینولہ کھینچتے دیکھتے ہوئے بولا

"ہاں! ہو گئی ہوں پاگل... کیوں بچایا آپ نے مجھے؟ آپ تو چاہتے تھے کہ میں مر جاؤں، تو کیوں بچایا؟ جب میں مرنے والی تھی... کیوں بچایا؟ ہاں، کیوں؟"

اس کی چیخوں میں درد، غصہ اور ٹوٹے ہوئے خواب سب ایک ساتھ گونج رہے تھے۔

واسق خان کی نظریں اس کے ہاتھ سے بہتے خون پر جم گئیں، مگر ارمینہ اپنے ہی طوفان میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر جکڑ لیا، وہ ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی... اور پھر یک دم ہوش و حواس سے بیگانہ ہوئی

واسق خان تیزی سے دروازے کی طرف لپکا اور ڈاکٹرز کو بلایا۔

ڈاکٹر آتے ہی فوراًارمینہ کو آکیسجن ماسک لگانے لگے،انجیکشن دیااور پھر واسق خان کی طرف دیکھ کر سنجیدہ لہجے میں بولے—

"ہم نے آپ سے پہلے بھی کہا تھاخان صاحب...انہیں کسی قسم کی ذہنی ٹینشن نہ دیں،ان کا بلڈ پریشر کبھی بھی شوٹ کر سکتا ہے

@@@@@

اگلی صبح کھڑکی کے پردوں سے ہلکی دھوپ کمرے میں اتر رہی تھی۔اسپتال کاماحول خاموش مگر بوجھل تھا۔نرس نے آکر فائل میں آخری نوٹ لکھا،اورڈاکٹرنے مختصر سا کہا،

"اب یہ گھر جا سکتی ہیں...بس آرام اور دوائی کا وقت پر خیال رکھئے گا۔"

۔ واسق خان نے خاموشی سے نرس سے پرسکرپشن لی

ارمینہ بیڈ پر سیدھی بیٹھی تھی،چہرے پر کمزوری نمایاں تھی۔ہاتھ کی سفید پٹی کل کی سب یادیں دہرا رہی تھی۔

"چلو، گاڑی نیچے تیار ہے۔"

واسق خان نے آہستہ سے کہا۔ اور ارمینہ کی طرف ہاتھ بڑھایا

ارمینہ نے ایک پل کو اس کی طرف دیکھا، پھر نظریں پھیر لیں۔ وہ خود ہی بیڈ سے اتر گئی۔ قدموں میں لرزش تھی مگر اس نے واسق کا سہارا لینے سے انکار کر دیا۔ واسق نے ایک قدم آگے بڑھایا مگر وہ سختی سے بولی،

"میں خود چل سکتی ہوں۔"

کوریڈور میں چلتے ہوئے ہر قدم اس کے لیے بھاری تھا، مگر اس نے رفتار کم نہیں کی۔ واسق خان خاموشی سے پیچھے چل رہا تھا۔ دونوں کے بیچ کوئی بات نہیں ہوئی—

باہر نکل کر ارمینہ نے ایک لمحہ آسمان کی طرف دیکھا، جیسے گہرا سانس لینا چاہتی ہو، پھر سیدھی گاڑی کی طرف بڑھی۔ واسق نے دروازہ کھولا، مگر ارمینہ اس کی طرف دیکھے بغیر اندر بیٹھ گئی۔

گاڑی چل پڑی... راستے میں نہ آنکھیں ملیں، نہ الفاظ کا تبادلہ ہوا۔ صرف خاموشی تھی، جو کسی بھی شور سے زیادہ بھاری محسوس ہو رہی تھی

گھر میں قدم رکھتے ہی زہرا تقریباً بھاگتی ہوئی برآمدے تک آئیں، بازو پھیلائے جیسے برسوں بعد بچھڑی اپنی بچی کو گلے لگانے کو بے تاب ہوں۔

"میری بچی..." ان کی آواز ممتا اور فکر سے بھیگی ہوئی تھی۔

ارمینہ نے ایک لمحہ سب چہروں پر نگاہ ڈالی—زہرہ، حیدر خان حماد خان اور چند قدم پیچھے واسق خان۔ پھر وہ دھیرے سے زہرہ کے گلے لگی۔ زہرہ نے بازوؤں کی گرفت مضبوط کی، جیسے ڈر ہو کہ یہ پلک جھپکتے میں پھر چھوٹ نہ جائے۔

حیدر خان بھی آگے بڑھے۔ سنجیدہ مگر نرم لہجے میں بولے، " کیسی طبیعت ہے اب"

ارمینہ نے ان کی طرف دیکھا، لبوں پر ایک ہلکی، استہزائیہ مسکراہٹ ابھری۔

"ٹھیک ہوں۔"

ایک مختصر سا جواب... جو مزید سوالوں کے راستے بند کر دے۔

وہ آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ پیچھے سے زہرہ کی آواز آئی،

"ارمینہ...

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"آرام کرنا چاہتی ہوں، ماما"

اس نے مڑے بغیر جواب دیا اور کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔

کچھ دیر بعد دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ ارمینہ اپنے چکراتے سر کے ساتھ بیڈ سے اٹھیں دروازہ کھولا تو سامنے واسق خان کھڑا تھا۔ اس کے پیچھے کبری بی تھی، جو ہاتھ میں ٹرے پکڑے کھڑی تھی۔۔۔ جس میں کٹے ہوئے مختلف پھل اور دودھ کا گلاس رکھا تھا۔

واسق خان نے ذرا سا ہٹ کر کبری بی کو اندر جانے کا راستہ دیا۔

"ارمینہ بی بی، یہ زہرہ بیگم نے آپ کے لیے بھیجا ہے۔"

"اسے واپس لے جائیے،... مجھے بھوک نہیں ہے۔" آواز میں سرد مہری تھی، مگر چہرے پر تھکن اور دل شکستگی واضح تھی۔

واسق نے نرم لہجے میں کہا "رکھ دے ٹیبل پر۔"

کبری بی خاموشی سے ٹرے رکھ کر کمرے سے نکل گئی۔ واسق خان صوفے پر بیٹھ گیا۔

"کیوں آئے ہیں آپ یہاں؟" ارمینہ کا سوال سیدھا اور کاٹ دار تھا۔

واسق نے کچھ لمحے اسے دیکھا، پھر دھیرے سے بولا،

"کیوں دی تم نے خود کو تکلیف؟"

ارمینہ کے چہرے پر ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ ائی۔ مسکرانے سے دائیں گال میں ڈمپل ابھرا۔

"میری تکلیف سے آپ کو فرق پڑتا ہے کیا؟"

"ہاں... پڑتا ہے۔"

Clubb of Quality Content

واسق کے لبوں سے بے اختیار نکلا، مگر آواز اتنی مدھم تھی کہ شاید وہ خود بھی نہ سن سکا۔

چند لمحے خاموشی میں گزرے۔ پھر اس نے ہلکے مگر سنجیدہ لہجے میں کہا،ائی ایم سوری

جب کچھ لمحے ارمینہ کچھ نہ بولی تو واسق خان دھیرے سے بول پڑا

دیکھو، میں نے آج تک اپنے باپ سے بھی معافی نہیں مانگی، مگر تم سے مانگ رہا ہوں۔

ائی ایم ریلی سوری کیا تم مجھے معاف کر سکتی ہو مجھے وہ سب نہیں کہنا چاہیے تھا

ارمینہ نے آہستہ سے اپنی سوجھی ہوئی سرخ آنکھیں اٹھائیں۔

"کس نے کہا آپ سے، خان، کہ آپ مجھ سے معافی مانگیں؟ اور اگر مانگنے آئے بھی ہیں، تو کس کس بات کی معافی مانگیں گے؟ میرا دل توڑنے کی؟ میری ماں کو بد کردار کہنے کی؟ مجھے اذیت دینے کی؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اس کی آواز لرز رہی تھی مگر ہر لفظ تیر کی طرح واسق خان کے دل پر لگ رہا تھا۔

"میں نے اپنی انا ایک طرف رکھ کر آپ سے اپنے دل کی بات کہی تھی، اپنے جذبات بتائے تھے... اور آپ نے مجھے میری ہی نظروں میں گرا دیا۔ جانتے ہیں؟ جب ہم کسی کے سامنے اپنے دل کے راز کھولتے ہیں تو وہ لمحہ جان لیوا ہوتا ہے۔ اور رہی بات معافی کی... تو جائیے، ارمینہ درانی نے آپ کو معاف کیا۔"

وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی، لیکن آنکھوں میں برسوں کا بوجھ اور تھکن صاف جھلک رہی تھی۔

اور رہی بات میری محبت کی تو میں آج اسی لمحے آپ کی محبت کو اپنے دل کے قبرستان میں دفن کرتی ہو

ارمینہ کا خود کو ارمینہ خان شیرازی کے بجائے ارمینہ دورانی کہنا واسق خان کے دل میں قیامت برپا کر گیا

ارمینہ واسق خان نے دھیرے سے ارمینہ کو پکارا

واسق خان کے منہ سے ارمینہ نے اپنا نام سن کر اپنی انکھوں کو زور سے میچا

اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"جانتے ہیں... جب سے ہوش سنبھالا ہے دل میں بس ایک ہی خواہش تھی کہ آپ مجھے میرے نام سے پکاریں۔ مگر آپ نے کبھی میرا نام نہیں لیا، ہمیشہ بس 'لڑکی' کہہ کر پکار

تے رہے اور آج... جب آپ نے میرا نام لیا، تو یوں لگا جیسے کسی نے میرے کانوں میں گرم سیسہ انڈیل دیا ہو۔ آج مجھے میرا نام زہر لگ رہا ہے۔"

واسق خاموش بیٹھا سنتا رہا، اور ارمینہ بولتی گئی۔

اسی وقت دروازہ کھلا۔ حماد اندر آیا اور ساتھ زہرہ بھی تھیں۔

ارمینہ نے تیزی سے اپنے آنسو صاف کیے، واسق خان فوراً کھڑا ہو گیا۔

اس نے ایک پل کو واسق خان پر نگاہ ڈالی، پھر حماد اور زہرہ کی طرف متوجہ ہوئی۔

"میرے ماما بابا کہاں ہیں؟"

زہرہ نے چونک کر حماد کو دیکھا۔"میری بچی... ہم تمہارے سامنے ہیں۔"

"آپ لوگ نہیں... میرے اصلی ماما بابا کہاں ہیں؟ میرے بائیولوجیکل پیرنٹس جنہوں نے مجھے پیدا کیا۔ پلوشہ خان اور ملک احتشام۔"

زہرہ اور حماد پر تو مانو جسے حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے جس بچی کو انہوں نے انیس سال پالا، اپنی بیٹی مانا... آج وہ ان سے اپنے اصل والدین کا پوچھ رہی تھی۔

حماد کی نظریں واسق خان پر گئیں، جس نے اپنی نظر جھکا لی حماد نے بھاری لہجے میں کہا،

"وہ اس دنیا میں نہیں رہے۔"

یہ سنتے ہی ارمینہ کے قدم لڑکھڑائے۔ اس نے بیڈ کا سہارا لیا۔

زہرہ آگے بڑھیں مگر ارمینہ نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اور... میری ماما؟ کیا وہ... ایک بد کردار عورت تھی؟"ارمینہ نے لڑکھڑاتے ہوئے پوچھا

واسق خان نے سختی سے اپنی آنکھیں میچ لیں۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"حماد کی آواز میں سختی اور حیرت ملی جلی تھی۔"کس نے کہا تم سے یہ سب؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

حماد کی نظریں اچانک واسق خان پر گئیں۔

واسق نے جیسے ہی ان نظروں کا وزن محسوس کیا، فوراً اپنی نظر جھکا لی۔ کمرے کی فضا میں خاموشی کی ایک دبیز تہہ چھا گئی تھی، جسے صرف ارمینہ کی سسکیاں توڑ رہی تھیں۔

حماد دھیرے دھیرے اس کی طرف بڑھا، قدموں کی چاپ جیسے ہر کانٹے کو چیرتی ہوئی دل تک اتر رہی تھی۔ اس کے قریب پہنچ کر اس نے بھاری آواز میں کہا:

"کیا... یہ سب تم نے بتایا ہے ارمینہ کو؟"

واسق نے لمحہ بھر کے لیے لب ہلائے، جیسے کچھ کہنا چاہا، مگر الفاظ حلق میں پھنس گئے۔

خاموشی اس کے گرد گھیرا ڈال چکی تھی۔

کچھ ثانیے وہ یونہی ساکت کھڑا رہا۔ پھر جیسے ہی ہمت کر کے لب کھولنے کی کوشش کی—

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

چٹاخ!

حماد کا ہاتھ اس کے رخسار پر پڑا۔ کمرے میں اچانک سنّاٹا چھا گیا۔ زہرہ کے لبوں سے ایک دبی دبی سی "حماد...!" کی آواز نکلی مگر وہ بھی تھم گئی۔

واسق نے آہستہ سے سر جھکا لیا۔ اس کی آنکھوں میں وہی طوفان تھا جو برسوں سے دبایا گیا ہو۔ مگر اس وقت وہ نہ اپنا دفاع کر سکا، نہ کوئی وضاحت دے سکا۔

ارمینہ نے یہ منظر دیکھا تو اس کا دل مزید بوجھل ہو گیا۔ آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کے ساتھ وہ اندر ہی اندر ٹوٹتی گئی۔

کاش کوئی اس وقت ارمینہ درانی سے پوچھتا، تو وہ بتاتی کہ یہ تھپڑ اس کے واسق خان کے رخسار پر نہیں، بلکہ سیدھا اس کے دل پر لگا تھا۔

حماد۔ گرجتے ہوئے بولا: "جو زہر تم نے اس معصوم کے دل میں گھولا ہے... اُس کا حساب تمہیں دینا ہو گا، واسق۔"

واسق خاموش رہا، بس آنکھیں بند کر لیں۔ جیسے وہ جانتا ہو، اب کوئی صفائی نہیں... کوئی وضاحت نہیں... جو کچھ ہوا، اُس کا کوئی جواز باقی نہیں۔

@@@@@@@

رات کا سناٹا گھمبیر تھا۔ گھڑی کی سوئیاں ایک بجنے کا اعلان کر رہی تھیں۔ حویلی کے کمرے میں اجلال گہری نیند کی لپیٹ میں تھا کہ اچانک اس کا موبائل بج اٹھا۔ نیم غنودگی میں ہاتھ بڑھا کر اس نے فون اٹھایا۔ اسکرین پر ایک ہی نام جگمگا رہا تھا—میجر معاذ کالنگ۔

اجلال نے آنکھیں مسلتے ہوئے کال ریسیو کی۔

"ہیلو..."اس کی آواز نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔

دوسری طرف سے معاذ کی بھاری مگر بے چین آواز ابھری۔

"مجھے ملنا ہے تم سے،

اجلال نے حیرت سے آنکھیں موندلیں۔ "کیوں...؟"

Clubb of Quality Content

"ضروری بات ہے۔"

ابھی اجلال نے ناگواری سے کہے کر کروٹ بدلی۔

"ہاں..

ابھی نہیں آسکتا

. کیوں؟ابھی تمہارے پاؤں میں مہندی لگی ہے کیا؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

" بکواس بند کرو اپنی

!رات کا ایک بج رہا ہے اس وقت ایسی کون سی قیامت آ گئی؟"اجلال جھنجھلا اٹھا۔

چند لمحوں کے توقف کے بعد معاذ کی آواز دھیمی مگر وزنی تھی:

" تمہاری بہن کا رشتہ مانگا ہے... پانچ منٹ ہے تمہارے پاس میں حویلی کے پیچھے گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں۔"

اس سے پہلے کہ اجلال کچھ کہتا، لائن کٹ گئی۔

۔پندرہ منٹ بعد اجلال حویلی کے پچھلے دروازے سے نکل کر گاڑی میں بیٹھا۔ سرد ہوا کا جھونکا جیسے رات کی خاموشی کو اور زیادہ گہرا کر رہا تھا۔ گاڑی کے اندر مدھم روشنی میں معاذ کی آنکھوں کی بے قراری صاف دکھائی دے رہی تھی۔

یار، رات کے ایک بجے کون سی ایسی قیامت آ گئی تھی جو مجھے بستر سے گھسیٹ کر یہاں لے آئے؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

معاذ نے ایک پل کے لیے نظریں جھکا لیں، پھر دھیرے سے بولا:

"قیامت نہیں آئی... بس دل کا بوجھ اتنا بڑھ گیا تھا کہ اور برداشت نہ ہوا۔"

اجلال نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا:

"ہا!دل کا بوجھ ؟میجر صاحب،،بوجھ اٹھانا تو آپ کا روز کا کام ہے۔ پھر یہ دل کا بوجھ اتنا بھاری کیوں لگنے لگا؟"

معاذ ہچکچایا،لب کھولے مگر لفظوں نے ساتھ نہ دیا۔اجلال نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا اور طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا:

"کیا بات ہے میجر ؟آج تم بھی تمہیدیں باندھنے لگے ہو؟"

معاذ نے گہری سانس لی۔

"پہلے وعدہ کرو،تم مجھے جج نہیں کرو گے۔"

اجلال ہنس دیا۔

"میں تمہاری کوئی گرل فرینڈ تھوڑی ہوں نہ یہ ہماری کوئی پہلی ملاقات ہے جو میں تمھے جج کروں گا۔ بچپن سے جانتے ہیں ایک دوسرے کو،ساتھ بڑے ہوئے ہیں...بولو اب!"

Clubb of Quality Content

ارمینہ کی طبیعت اب کیسی ہے؟"

زَرلشت بتا رہی تھی "اب بہتر ہے۔"

"کیا تم خود نہیں ملے اس سے؟"

"نہیں... موقع ہی نہیں ملا۔"

گاڑی کے اندر چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔

اجلال نے ہلکی سی نظر معاز پر ڈالی اور بولا،

"کیا تم نے مجھے یہاں اس وقت صرف ارمینہ کی خیریت دریافت کرنے کے لیے بلایا ہے؟"

معاز ایک پل کو رُکا، پھر مدھم لہجے میں کہا،

"نہیں... ایک اور بات بھی تھی۔"

معاذ نے نظریں جھکائیں، آواز دھیمی ہوئی۔

"ماما شیرازی محل آنا چاہتی ہیں۔"

اجلال چونک گیا۔ "کیا کہا تم نے؟ پھپھو یہاں؟ کیوں؟"

معاذ نے لمحہ بھر توقف کیا، پھر دھیرے سے بولا:

"میں تمہاری بہن کو چاہتا ہوں میں شادی کرنا چاہتا ہوں ارمینہ سے اجلال..."معاذ کی آواز بھاری ہو گئی۔اور آج ہمت کر کے تمہارے سامنے آیا ہوں۔"

اجلال کی ہنسی دب نہ سکی۔

"یار! رات کے ایک بجے کون کمبخت ایسے سڑک پر آ کر ایک بھائی سے اس کی بہن کا رشتہ مانگتا ہے؟"

معاذ کی آنکھوں میں سنجیدگی تھی۔

"میں مذاق نہیں کر رہا اجلال۔ جب سے ہوش سنبھالا ہے، تب سے چاہتا ہوں اسے۔ جب جب تمہارے پاس اس کی تصویریں دیکھیں، تب سے دل میں یہی خواہش ہے۔ یقین کرو، میں تمہاری بہن کو ہمیشہ خوش رکھوں گا۔" یہ کہ کر معاذ نے نظریں جھکا لیں۔

اجلال کچھ لمحے اسے خاموشی سے دیکھتا رہا، پھر آہستہ سے مسکرا کر بولا: "جانتا ہوں

معاذ چونکا" کب سے؟"

اجلال نے ہلکی سنجیدگی سے کہا:

"شاید تم بھول گئے ہو، میں بھی ایک آئی ایس آئی افسر ہوں۔ اور تم سے زیادہ انٹیلیجنٹ ہوں۔"

گاڑی کے اندر لمحہ بھر کو خاموشی چھا گئی۔ باہر ہوا کے جھونکے رات کے سناٹے کو توڑ رہے تھے۔

"ماما چاہتی ہیں کہ وہ تمہارے چھوٹے ماموں سے رشتہ مانگے۔ "معاذ نے دھیمی آواز میں کہا۔

اچھا اجلال نے گہری سانس لی

،معاذ نے نظر اٹھا کر اجلال کو دیکھا

"تو کیا تم اس رشتے کے لیے راضی ہو؟"

"اجلال نے دھیرے سے سر ہلایا۔ "میری رضا کی بات نہیں، یہ فیصلہ میری بہن کا ہے۔ اگر وہ ہاں کرے گی تو دنیا کی کوئی طاقت انکار نہیں کر سکتی۔ لیکن اگر نہ کہے... تو میں کبھی اسے مجبور نہیں کروں گا۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

معاذ نے بے ساختہ آگے بڑھ کر اجلال کو گلے سے لگا لیا۔ اس کے لہجے میں سکون تھا، جیسے برسوں کی بے چینی آج زبان پا گئی ہو۔

مما تم سے خود بات کرنا چاہتی تھی لیکن مجھے لگا تم انکار کر دو گے اور وہ ٹوٹ جائیں گی۔

اجلال نے آہستگی سے کہا:

اور تمہیں ایسا کیوں لگا؟ اگر پھپھو مجھ سے میری جان بھی مانگتیں، تو شاید میں انکار نہ کرتا۔ مگر یہاں بات میری بہن کی ہے۔ اور اس کی خوشی... سب سے بڑھ کر ہے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

یہ کہہ کر اجلال نے گاڑی کا دروازہ کھولا، ٹھنڈی ہوا اندر داخل ہوئی۔ رات اب بھی خاموش تھی، مگر دونوں کے دلوں پر بوجھ ذرا ہلکا ہو چکا تھا۔

@@@@@@@

عصر کا وقت تھا۔ شیرازی محل کے باہر گاڑیوں کا قافلہ رکا۔ سیاہ گاڑی سے سب سے پہلے طاہرہ بیگم اتریں۔ ان کی نگاہ ایک لمحے کو محل کی بلند و بالا سفید دیواروں پر جا ٹھہری۔ آنکھوں میں ایک عجیب سا عکس ابھرا—یادوں، فاصلوں اور برسوں کے خلا کا عکس۔ پھر انہوں نے سر موڑا اور اپنے بیٹے میجر معاذ پر ایک نظر ڈالی۔

پیچھے کھڑے ملازم گاڑیوں سے بڑے بڑے ٹوکرے اور تحائف اتارنے لگے۔ خدمتگار انہیں سیدھا لاؤنج میں لے آئے جہاں پہلے ہی حیدر خان، حماد خان، زہرہ بیگم بیٹھے تھے۔

معاذ نے سب کو مؤدبانہ طریقے سے سلام کیا۔ طاہرہ بیگم خوش دلی سے آگے بڑھیں اور زہرہ سے بغل گیر ہوئیں۔

اسی دوران حیدر خان کی بارعب آواز ابھری:

"برخودار کیا، ہم پہلے مل چکے ہیں،؟"

معاذ نے دھیرے سے مسکرا کر جواب دیا:

"جی نہیں خان صاحب، یہ ہماری پہلی ملاقات ہے۔"

معاذ نے بات آگے بڑھائی:

"میں میجر معاذ ہوں، ایک آئی ایس آئی افسر۔ اور یہ میری والدہ، بیگم طاہرہ دورانی۔"

اس کی بھاری آواز میں ایک وقار تھا۔ سیاہ شلوار قمیض اور کندھوں پر ڈالی کالی اجرک نے اس کی شخصیت کو اور زیادہ رُوبدار بنا رکھا تھا۔ بے شک وہ ایک پرکشش اور باوقار مرد تھا۔

طاہرہ نے بات سنبھالتے ہوئے کہا:

"میں یہاں ارمینہ سے ملنے آئی ہوں۔ میں ملک احتشام دورانی کی بہن ہوں... اور ارمینہ کی پھوپھی۔"

یہ جملہ لاؤنج میں بیٹھے سب لوگوں پر بجلی بن کر گرا۔

"ار... ارمینہ ؟"زہرہ کے ہونٹوں سے بے اختیار نکلا۔

حماد اور حیدر خان نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا، جیسے برسوں پرانے رازوں کی گونج کمرے میں گر پڑی ہو۔

حیدر خان نے خود کو سنبھالتے ہوئے اپنی بارعب آواز میں کہا:

"بی بی، اتنے سالوں بعد آج ہماری بچی کی یاد کیسے آئی آپ کو؟ اتنے برسوں میں تو، ایک بار بھی حال پوچھنے نہ آئیں۔"

طاہرہ بیگم کی آنکھوں میں کرب سا اتر آیا، لیکن لہجہ مضبوط رکھا۔

"جی، آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ لیکن میں آج یہاں ایک خاص مقصد کے لیے آئی ہوں۔ میں اپنے بیٹے معاذ کے لیے اپنی بھانجی ارمینہ کا رشتہ مانگنے آئی ہوں۔ کیونکہ اس کے پیدا

ہوتے ہی، اس کے والدین کی موجودگی میں، میں نے اسے اپنے بیٹے کے نام کی انگوٹھی پہنائی تھی۔"

حیدر خان کے لہجے میں طنز کی کاٹ تھی:

"اگر ارمینہ آپ کی امانت تھی، تو اتنے سالوں تک لینے کیوں نہیں آئیں؟"

طاہرہ نے ایک لمحہ اپنے بیٹے کی طرف دیکھا جس کا چہرہ سپاٹ تھا اور پھر حیدر خان کو مخاطب کیا:

"آپ اور ہم دونوں ہی حالات سے واقف تھے، خان صاحب۔ اگر آپ پرانی باتیں نہ گھسیٹیں تو سب کے لیے بہتر ہو گا۔"

اسی وقت سیڑھیوں سے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ سب کی نظریں اوپر اٹھیں۔

ارمینہ نیچے اتر رہی تھی۔

Clubb of Quality Content

طاہرہ اور معاذ اپنی نشستوں سے فوراً کھڑے ہو گئے۔ طاہرہ بیگم کی آنکھیں نم ہو گئیں، وہ تیزی سے آگے بڑھیں۔

"میری بچی... میرے بھائی کی نشانی!"

وہ ارمینہ کو گلے سے لگا کر کبھی اس کے سر پر ہاتھ پھیرتیں، کبھی اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر تکتے جاتیں۔

ارمینہ دھیرے سے بولی

"آنٹی... آپ کون ہیں؟"

طاہرہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

"میں تمہاری پھوپھو ہوں... تمہارے بابا احتشام کی بہن۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

یہ سنتے ہی ارمینہ جیسے ساکت ہو گئی۔ اس کے لب کپکپائے، سانس جیسے رک گئی ہو۔

"میرے... بابا کی بہن؟ میرے اپنے بابا کی بہن میری اپنی پھوپھو...؟"

"جی، میرے بچے۔" طاہرہ نے اسے سینے سے لگایا۔

ارمینہ کے آنسو ضبط توڑ گئے۔

"پھوپھو... آپ کہاں تھیں؟ آپ میرے پاس کیوں نہیں آئیں؟ مجھے یہاں سے لے کر کیوں نہیں گئیں؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

طاہرہ کی ہچکی بندھ گئی۔

"میری بچی... مجھے معاف کر دو۔ اس وقت حالات میرے اختیار میں نہ تھے۔ ورنہ تمہیں اپنی بانہوں سے جدا کبھی نہ ہونے دیتی۔ لیکن اب... اب میں تمہیں یہاں سے ہمیشہ کے لیے لے جاؤں گی۔"

انہوں نے ایک پل کو رُک کر کہا:

"آؤ، اس سے ملو۔ یہ میرا بیٹا ہے، معاذ... تمہارا کزن۔"

ارمینہ نے آنسو صاف کرتے ہوئے دھیرے سے سر جھکایا۔

"السلام علیکم۔"

معاذ نے نظریں جھکا کر مؤدبانہ جواب دیا:

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"وعلیکم السلام۔"

طاہرہ نے ارمینہ کو ایک بار پھر گلے سے لگایا، پھر زہرہ بیگم کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"ہم بہت جلد دوبارہ آئیں گے، اور بات آگے بڑھائیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے جانے لگیں۔ لاؤنج میں بیٹھے سب لوگ خاموش تھے، جیسے برسوں پرانی گتھیاں اچانک کھلنے لگی ہوں۔

@@@@@@

باب نمبر5

قبولیت

ہم قبول کرتے ہیں ماضی کو،

یادوں کو، پرانی کہانیوں کو۔

ہم قبول کرتے ہیں نفرتوں کو،

زخموں کے درد کو اور شدتوں کو۔

ہم قبول کرتے ہیں محبتوں کو،

ادھورے خوابوں کی صورتوں کو۔

ہم قبول کرتے ہیں تلخ حقیقتوں کو،

اندھیری راتوں کو، خالی خلوتوں کو۔

ہم قبول کرتے ہیں تکلیفوں کو،

خاموش آنکھوں کو دل کے درد کو۔

ہاں، ہم قبول کرتے ہیں اپنی قسمت کو،

زندگی کے ہر امتحان کو، ہر حقیقت کو۔

Clubb of Quality Content

رات کافی گزر چکی تھی۔ شیرازی محل کی خاموش فضا میں صرف دور کہیں ہوا کے ہلکے جھونکے کھڑکیوں کو چھو رہے تھے۔

واسق خان اپنے کمرے میں میز پر جھکے کچھ پرانے کاغذات دیکھ رہا تھا کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

"لالا... کیا آپ جاگ رہے ہیں؟"

یہ زرلشت کی مدھم سی آواز تھی۔

واسق خان نے سیدھا ہوتے ہوئے کہا:

"آجاؤ، بچے۔"

زرلشت اندر داخل ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی۔

"میں آپ کے لیے چائے لائی تھی۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

واسق خان نے ہلکی سی مسکراہٹ دی:

"شکریہ... رکھ دو۔"

زرلشت نے چائے میز پر رکھی مگر اس کے چہرے پر ایک الجھن صاف نظر آرہی تھی۔

"لالا... کیا آپ جانتے ہیں آج کون آیا تھا؟"

واسق خان نے لاپرواہی سے پوچھا:

"کون؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

زرلشت نے گہرا سانس لیا اور آہستگی سے بولی:

"آج... ارمینہ کی پھوپھو آئی تھیں۔"

واسق خان کے ہاتھ میں پکڑا قلم لڑکھڑا کر نیچے گر گیا۔ اس نے فوراً سر اٹھایا، جیسے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا ہو۔

"کیا کہا تم نے؟ کس کی پھو پھو؟"

زرلشت نے ہچکچاتے ہوئے جواب دیا:

"لالا... ارمینہ کی۔ وہ... وہ اپنے بیٹے کے لیے ارمینہ کا رشتہ مانگنے آئی تھیں۔"

یہ سن کر واسق خان کا دل جیسے کسی نے جکڑ لیا ہو۔ اسے لگا جیسے اس کے سینے پر ایک بھاری پتھر رکھ دیا گیا ہو وہ ایک پل کے لیے گم سم بیٹھا رہا۔

"یہ... یہ سب تمہیں کس نے بتایا؟" اس نے رُک رُک کر پوچھا۔

"چھوٹی امی بتا رہی تھیں... کہ ارمینہ کے بابا نے بچپن میں ہی اس کی منگنی اس کے کزن سے طے کر دی تھی۔"

واسق خان نے بے اختیار اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ دل کے اندر ایک انجانی آگ بھڑکنے لگی تھی۔

زرلشت ابھی کچھ اور کہنا چاہتی تھی کہ پیچھے سے کبرہ بی کی آواز آئی:

"زرلشت بی بی، آپ کو زہرہ بیگم بلا رہی ہیں۔"

زرلشت نے واسق کی طرف دیکھا اور دھیرے سے کہا:

"میں بعد میں آتی ہوں..." اور کمرے سے نکل گئی۔

دروازہ بند ہوتے ہی واسق خان کے اندر ایک طوفان برپا ہو گیا۔ وہ اٹھ کر کھڑکی کے قریب جا کھڑا ہوا۔ رات کے اندھیرے میں باہر تکتے ہوئے اس کے دل کا بوجھ الفاظ میں ڈھلنے لگا۔

"مجھے اتنا برا کیوں لگ رہا ہے؟ آخر کیوں؟ میں نے تو کبھی ارمینہ کے بارے میں ایسا سوچا بھی نہیں... پھر یہ دل کیوں بے چین ہو رہا ہے؟"

اس نے اپنی مٹھیاں سختی سے بھینچ لیں۔

"کیا یہ سننا کہ وہ کسی اور کی ہو جائے گی، مجھے برداشت نہیں؟ میں تو اس سے نفرت کرتا ہو تو پھر یہ سب کیا ہے کیوں اس کے آنسو مجھے اندر تک کاٹ دیتے ہیں؟ کیوں اس کی ہنسی مجھے سکون دیتی ہے... اور آج یہ بات سن کر ایسا کیوں لگ رہا ہے جیسے میرا سب کچھ چھن جائے گا؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

واسق خان نے سر جھکا لیا۔ اس کے وجود کی سختی میں پہلی بار ایک عجیب سا بوجھ، ایک کمزوری در آئی تھی۔

@@@@

دو دن بعد کی صبح —ارمینہ اپنے کمرے سے نکلی۔ آہستہ آہستہ سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہوئے اس کی چال میں ایک انجانی سی نرمی تھی۔ وہ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی ڈائننگ ہال کی طرف بڑھ گئی جہاں سب ناشتے کی میز پر بیٹھے تھے۔

"السلام علیکم!" ارمینہ کی آواز میں عجیب سی ملائمت تھی، جیسے برسوں کی تھکن کے بعد کوئی سکون کا لمس چکھ رہا ہو۔

"وعلیکم السلام... آؤ بچے، ناشتہ کرو۔" زہرہ بیگم نے پیار سے کہا، جیسے اپنی ممتا کا سارا احصار اس ایک جملے میں سمو دیا ہو۔

"ماما مجھے بھوک نہیں ہے۔" ارمینہ نے نظریں جھکاتے ہوئے دھیرے سے جواب دیا۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

"بچے، خالی پیٹ جاؤ گی کیا؟" زہرہ نے فکر مندی سے کہا۔

"امی... کالج میں کھالوں گی۔" وہ دھیرے سے بولی اور پھر دروازے کی طرف قدم بڑھا دیے۔

اسی لمحے حیدر خان کی بارعب آواز گونجی، جو پورے کمرے کی خاموشی کو کاٹتی چلی گئی:

"کس کے ساتھ جا رہی ہو؟ اکیلے جانے کا ارادہ ہے کیا؟"

ارمینہ نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری، اور اس مسکراہٹ نے اس کے دائیں گال پر موجود ننھا سا ڈمپل مزید نمایاں کر دیا۔

"بڑے بابا... آپ کے اس محل نما گھر میں تو بے شمار نوکر ہیں، کسی نہ کسی کے ساتھ چلی جاؤں گی۔"

اس کے جواب پر حیدر خان کے چہرے پر غصے کی سرخی دوڑ گئی، لیکن ارمینہ کی آنکھوں میں ایک ضدی سی روشنی جھلملا رہی تھی۔

جیسے ہی وہ لاؤنج سے نکلی، واسق خان کے دل نے بے اختیار اسے روکنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے ناشتہ ادھورا چھوڑ دیا اور تیز قدموں سے اس کے پیچھے نکل آیا۔

"ارمینہ..." اس نے دھیرے سے آواز دی، جیسے ڈرتا ہو کہ کہیں اس کی پکار دل کی گہرائیوں میں چھپے جذبات کو ظاہر نہ کر دے۔

ارمینہ کے قدم رکے۔ وہ آہستگی سے پلٹی اور ایک لمحے کے لیے دونوں کی آنکھیں ملیں۔ اس ایک نظر نے واسق خان کے دل کو لرزا دیا۔ دل جیسے دھڑکنا بھول ہی گیا ہو۔

"جی بولیے۔" ارمینہ نے دھیرے سے کہا۔

"آؤ، میں چھوڑ آتا ہوں۔" واسق خان کی آواز میں نرمی بھی تھی اور ایک ان کہی التجا بھی۔

"ضرورت نہیں آپ کے احسان کی۔ آپ پہلے ہی مجھ پر بہت احسان کر چکے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ بے نیازی سے آگے بڑھ گئی اور سامنے سے آتے حاشر کو آواز دی:

Clubb of Quality Content

"حاشر

جی! بی بی جی

مجھے کالج چھوڑ آؤ۔"

"جی بی بی، ابھی گاڑی نکالتا ہوں۔" حاشر نے فوراً ادب سے جواب دیا۔

گاڑی گیٹ سے نکلنے ہی والی تھی کہ واسق خان نے جلدی سے فون ملایا۔ پہلی بیل پر ہی کال ریسیو ہو گئی۔

"جی خان؟"

واسق کی آواز میں ایک انجانی سی فکر تھی:

"حاشر، ارمینہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اس کے ساتھ کالج میں ہی رہنا۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں۔" حاشر نے تابعداری سے جواب دیا۔

فون بند کرتے ہی حاشر نے تیزی سے معاذ کو میسج کیا:

"لوکیشن بھیج رہا ہوں، پھپھو کے ساتھ وہاں پہنچو۔"

راستے بھر گاڑی میں خاموشی چھائی رہی۔ حاشر بار بار بیک مرر سے دیکھتا رہا۔ ارمینہ کھڑکی سے باہر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔ اس کی آنکھوں میں جیسے برسوں کی اداسی ٹھہر گئی تھی، اور وہ سوچوں کے ایسے سمندر میں ڈوبی تھی جس کی گہرائی شاید خود اس کے لیے بھی اجنبی تھی۔

میڈیکل کالج کے باہر گاڑی رکی تو وہ اترنے ہی والی تھی کہ حاشر نے آہستگی سے اس کا نام پکارا:

"ارمینہ..."

"جی؟"

"مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔ کیا ہم بات کرسکتے ہیں؟"

"جی، کریں۔"

"کیا ہم کہیں بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں؟"

ارمینہ نے ایک لمحے کو گھڑی دیکھی، پھر حاشر کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں شکوک و سوال تھے۔

"ابھی تو نو سے دس تک کلاس ہے، لیکن دس سے گیارہ تک میں فری ہوں۔"

"اوکے... میں کیفے ٹیریا میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

Clubb of Quality Content

تقریباً ساڑھے دس بجے ارمینہ کیفے ٹیریا میں داخل ہوئی۔ مرون شرٹ پر سفید اوور آل اور سر پر سفید حجاب... اس کی سادہ سی شخصیت میں ایک انوکھی کشش تھی، ایک ایسا حسن جو دل کو بے اختیار اپنی طرف کھینچتا تھا۔

معاذ نے جیسے ہی اسے دیکھا، وہ بے اختیار کھڑا ہو گیا۔ اس کے دل کی دھڑکن لمحے بھر کو رک سی گئی۔

ارمینہ آہستہ آہستہ ٹیبل کے قریب آئی، اور نرمی سے سلام کیا:

"السلام علیکم پھپھو جان۔"

طاہرہ بیگم کا دل جیسے بھر آیا۔ وہ فوراً اٹھیں اور اسے گلے سے لگا لیا۔

"میری بچی... کیسی ہو؟"

"میں ٹھیک ہوں پھپھو آپ یہاں؟"

"ہاں بچے، تم سے ایک ضروری بات کرنی تھی۔"

یہ سنتے ہی ارمینہ کے چہرے پر حیرت اور بے چینی کے ملے جلے تاثرات ابھر آئے۔ اس نے نظریں جھکا لیں، اور دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔

اسی لمحے حاشر نے دھیرے سے بات شروع کی، جیسے ہر لفظ سوچ سمجھ کر چن رہا ہو:

"سچ کہنا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے، ارمینہ۔ سچ کہنے کے لئے کہنے والے کو ہمت چاہیے، اور سننے والے کو صبر۔"

آپ کہنا کیا چاہتے ہیں حاشر؟" ارمینہ نے الجھن میں کہا۔

معاذ نے حاشر کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا، جیسے اسے حوصلہ دے رہا ہو۔ پھر اس نے ارمینہ کی طرف دیکھا اور بولا:

"محترمہ... آپ جانتی ہیں، اپنے بھائی کے بارے میں؟"

ارمینہ نے آنکھیں جکا لیں

"کاش میں جانتی ہوتی۔"

معاذ نے دھیرے سے کہا:

"محترمہ، آپ کا بھائی—ملک اجلال دورانی—آپ کے سامنے ہی ہے۔"

یہ سنتے ہی ارمینہ جیسے پتھر کی مورت بن گئی۔ اس کی آنکھیں کبھی حاشر پر جاتیں، کبھی معاذ پر، اور کبھی اپنی پھپھو پر۔

"میں... میں کیسے مان لوں کہ یہ میرے بھائی ہے؟"

اسی لمحے اجلال نے آگے بڑھ کر اس کے زخمی ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔ اس کی آنکھوں میں نمی جھلک رہی تھی۔

"ماننا پڑے گا بچے... کیونکہ یہ ہماری زندگی کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ تم جانتی ہو، بیس سال پہلے ہم سب کتنے خوش تھے۔ تم، میں، ماما اور بابا... میں تب صرف پانچ سال کا تھا، اور تم ایک سال کی...

اجلال کی آواز بھرائی،اور ارمینہ کے دل میں برسوں کی جدائی کا درد جاگ اٹھا۔ایسا لگا جیسے زندگی کی سب سے بڑی حقیقت ایک پل میں اس کے سامنے آکھڑی ہوئی ہو۔

ماضی

۲۰سال پہلے

صبح کی ہوا میں سردی گھلی ہوئی تھی۔ صحن میں نیم کے پتے آہستہ آہستہ زمین پر گر رہے تھے۔باورچی خانے سے چائے کی ہلکی خوشبو آرہی تھی،اور باہر گلی مکمل خاموش تھی۔

اچانک دروازے پر گھنٹی بجی—

احتشام درانی نے چونک کر اخبار سے نظر ہٹائی۔

قدم آہستگی سے دروازے کی طرف بڑھے۔

جیسے جیسے دروازے کے قریب پہنچا،دل میں ایک انجان سا اندیشہ جاگا۔

"اتنی صبح کون ہو سکتا ہے؟"

دروازہ کھولتے ہی وہ لمحہ جیسے ساکت ہو گیا۔

دروازے کے پار کھڑا تھا—ایک بلند قامت شخص،

جس کے شانوں پر سیاہ شال نہایت نفاست سے رکھی ہوئی تھی،

لباس سراپا سادگی میں عظمت کا عکس،

اور چہرہ... وہ چہرہ جس پر وقت بھی کوئی لکیر چھوڑنے سے ڈرتا تھا۔

آنکھوں میں گہری سنجیدگی، قدموں میں دبدبہ،

اور وجود میں ایسا وقار کہ سامنے والا خود بخود جھک جائے۔

حیدر خان شیرازی۔

احتشام ایک پل کے لیے جیسے سانس لینا بھول گیا۔

"حیدر لالا... آپ؟ آپ یہاں؟"

حیدر خان نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ نگاہ اُس پر ڈالی—

"کیوں؟ میں اپنی بہن کے گھر نہیں آسکتا؟"

اُس کی آواز میں گرج نہیں، بس ایسی ٹھنڈک تھی جو لہجے کو سنگین بنا دیتی۔

احتشام نے فوراً خود کو سنبھالا،

"نہیں، نہیں! ایسی کوئی بات نہیں... آپ آئیے، اندر آئیے..."

"پلوشہ! پلوشہ، دیکھو کون آیا ہے!"

"پلوشہ... دیکھو تمہارے لالا آئے ہیں!"

احتشام نے پکارا تو کچن سے برتنوں کی ہلکی آواز رُک گئی۔

چولہے کے قریب کھڑی پلوشہ نے چونک کر سر اُٹھایا، اور ہاتھ کپڑے سے صاف کرتی ہوئی باہر نکلنے لگی۔ جیسے جیسے قدم لاؤنج کی طرف بڑھے، دل کی دھڑکن بھی تیز ہوتی گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اور پھر جیسے ہی اُس کی نظر صوفے پر بیٹھے حیدر خان شیرازی پر پڑی،

ایک لمحے کو اُس کے قدم تھم گئے۔

وجود ہلکے سے کانپنے لگا،

آنکھوں کے سامنے ماضی کا وہ لمحہ تیر گیا جب وہ اس دروازے سے نکل کر ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئی تھی... اپنے خوابوں کے ساتھ۔

لبوں سے بے اختیار نکلا: "لالا..." لیکن اس کی آواز اتنی آہستہ تھی کہ وہ خود بھی سن نہ سکی۔

حیدر خان نے اُسے دیکھا، اور پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کر آگے بڑھا، بے آواز قدموں سے—

اُس نے آگے بڑھ کر پلوشہ کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

" کیسی ہو چھوٹی؟" آواز میں سختی تھی، مگر لہجے میں وہی پرانا شفقت بھرا وقار۔

پلوشہ کی آنکھیں بے اختیار بھیگ گئیں،اور وہ شدت سے رونے لگی،.بہت برسوں کا ضبط تھا شاید جو آنسو بن کر بہنے لگا۔

"لالا... کیسے ہیں آپ؟داجی کیسے ہیں؟اور حماد لالا؟وہ کیسے ہیں؟"

حیدر خان نے اُس کے سر پر ہاتھ رکھا،"سب ٹھیک ہیں۔مجھے داجی نے بھیجا ہے..."

پلوشہ نے سوالیہ نظروں سے دیکھا،"داجی نے؟کیوں؟"

حیدر خان نے نگاہ جمائی،

"کیونکہ داجی چاہتے ہیں کہ تم شیرازی محل واپس آجاؤ۔"

اس سے پہلے کہ کوئی جواب بنتا،اندر سے ایک معصوم سی آواز آئی:

"ماما!ارمینہ رو رہی ہے!"

ایک پانچ سالہ لڑکا گود میں ایک چھوٹی بچی کو لیے باہر آیا۔ بچی کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں، اور چہرہ روہانسا۔

"کیا ہوا؟ یہ کیوں رو رہی ہے؟" احتشام نے پوچھا۔

لڑکے نے فوراً شکایت کی،

"بابا، اس نے اپنا کھلونا توڑ دیا، اس لیے رو رہی ہے!"

حیدر خان چونک کر بچوں کی طرف دیکھنے لگا۔ "یہ... یہ تمہارے بچے ہیں پلوشہ؟"

ناول کلب
Clubb of Quality Content!

پلوشہ نے آنسو پونچھتے ہوئے دھیرے سے سر ہلایا۔

"جی لالا... یہ میرا بیٹا اجلال ہے... اور یہ چھوٹی ارمینہ۔"

اُس نے بچوں کو پیار سے پاس بلایا۔

"بیٹے، ماما کے لالا ہیں یہ۔ تمہارے بڑے ماموں۔ سلام کرو۔"

اجلال آگے بڑھ کر حیدر خان کے پاس آبیٹھا، معصوم مگر سنجیدہ نگاہوں کے ساتھ۔ ار مینہ ابھی بھی سسکیاں لے رہی تھی۔

کچھ وقت خاموشی میں گزرا، چند رسمی باتیں ہوئیں۔ ماحول تھوڑا نرم ہوا۔

پھر حیدر خان کھڑا ہوا۔ شال کو شانوں پر دوبارہ درست کیا، اور نگاہ احتشام پر ڈالی۔

"احتشام... کل تم دونوں کی شیرازی محل میں دعوت ہے۔ داجی چاہتے ہیں کہ وہ تمہیں سب کے سامنے اپنے داماد کے طور پر متعارف کروائیں۔"

یہ کہہ کر وہ پلٹا، اور آہستگی سے دروازے کی طرف بڑھا

@@@@@@

دوپہر کی نرم دھوپ کھڑکیوں سے چھن کر کمرے میں پھیل رہی تھی۔ باہر صحن میں خاموشی تھی، بس چھوٹی ارمینہ کی کلکاری کی آواز آرہی تھی، جو اس سناٹے میں زندگی گھول رہی تھی۔

پلوشہ آہستہ آہستہ بچوں کے کپڑے تہہ کر رہی تھی۔ اس کی نظریں بار بار کھڑکی سے باہر جاتی تھیں۔

"دیکھو اجلال.. "وہ نرمی سے بولی، "کل ہم تمہاری ننیال جا رہے ہیں، شیرازی محل۔"

اجلال نے چونک کر سوال کیا، "وہی محل؟ جہاں آپ بچپن میں رہتی تھیں؟"

پلوشہ ہلکے سے مسکرائی۔ پلوشہ کی مسکراہٹ میں ماضی کا درد چھپا ہوا تھا، مگر آواز نرم رہی،

"ہاں بیٹا، وہی۔ لیکن یاد رکھنا، وہاں جا کے کسی سے بدتمیزی نہیں کرنی، نہ کوئی لڑائی جھگڑا۔ تم اچھے بچے بن کر سب سے ملو گے۔"

اجلال خاموشی سے ماں کو دیکھ رہا تھا، جیسے پانچ سال کا بچہ کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی سب سمجھتا ہو۔

اتنے میں دروازے کے پاس کھڑے احتشام درانی کی آواز ابھری، جو خاموشی کو چیرتی ہوئی دل کے اندر اتری:

"پلوشہ... تمہارے گھر والے ہمیں کیوں بلا رہے ہیں؟"

پلوشہ نے کپڑے تہہ کرتے کرتے ایک پل کو رُک کر اُسے دیکھا، "احتشام... آپ یہ کیسی بات کر رہے ہیں؟ ماں باپ اپنی بیٹی کو کیوں بلائیں گے۔"

احتشام کا لہجہ ہموار مگر سرد تھا، "لیکن سات سال تک وہی ماں باپ ہمیں مار ڈالنا چاہتے تھے۔ آج اچانک کیسے معاف کر دیا؟"

پلوشہ نے ایک گہری سانس بھری، جیسے دل میں کوئی بھاری بوجھ اُتر رہا ہو، "لالا نے کہا نا کہ داجی نے ہمیں معاف کر دیا ہے؟ وہ اب چاہتے ہیں کہ ہم واپس آئیں، سب کے سامنے۔"

کمرے میں خاموشی چھا گئی، بس بچے ماں باپ کے چہرے تکتے رہے۔

ا

صبح کے دھندلکے میں لاہور کے پرانے سے بنگلے کے صحن میں ہلکی سی ہلچل تھی۔ فضا میں خاموشی اور جدائی کا ایک ان دیکھا بوجھ تیر رہا تھا۔ احتشام نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے پیچھے مڑ کر ایک آخری نظر ڈالی، جیسے برسوں پرانی چھاؤں سے کچھ یادیں سمیٹ رہا ہو۔

پلوشہ نے خاموشی سے اجلال کے کندھے پر چھوٹا سا بیگ رکھا۔ وہ پانچ سالہ بچہ خاموشی سے ماں کے چہرے کو دیکھ رہا تھا، جیسے سمجھ رہا ہو کہ آج کا دن ان کے لیے کچھ مختلف ہے۔

ننھی سی ارمینہ ماں کی گود میں، گڑیا کی طرح خاموش تھی۔

گاڑی صبح کے سناٹے میں لاہور کی سڑکوں پر رواں ہو گئی۔ طویل سفر تھا،اور راستہ خاموش۔ اجلال کھڑکی سے باہر دیکھتا رہا۔ پلوشہ وقتاً فوقتاً ارمینہ کے سر پر تھپکی دیتی۔

راستے میں کچھ دیر کو گاڑی رکی،اور پھر دوبارہ چل پڑی—سورج اب آسمان کے وسط میں پہنچ چکا تھا۔ گرمی کی شدت بڑھ گئی تھی،اور جیسے جیسے گاڑی بلوچستان کی زمین میں داخل ہوتی گئے،فضا کا مزاج بھی بدلنے لگا۔ پہاڑی راستے،سنسان میدان،اور زمین کی وہ خاموشی جس میں صدیوں پرانے راز چھپے ہوتے ہیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

بالآخر،دوپہر کے وقت،ایک بڑے آہنی دروازے کے سامنے گاڑی آہستہ رکی۔

دروازے پر کندہ الفاظ:"شیرازی محل"

پلوشہ کے دل نے ایک لمحے کو دھڑکنا چھوڑ دیا۔ آنکھوں میں برسوں پرانے منظر لوٹ آئے۔ وہی دروازہ... وہی مٹی... جہاں سے سب کچھ ایک رات میں چھین لیا گیا تھا—آج وہی جگہ ان کے قدموں کے نیچے بچھنے والی تھی۔

شیرازی محل کے آہنی دروازے کے سامنے گاڑی جیسے ہی رکی، اندر موجود ملازموں میں ہلچل سی مچ گئی۔ دو نوکر دوڑتے ہوئے آئے اور بڑی ادب سے گاڑی کے دروازے کھولے۔

احتشام نے باہر قدم رکھا، اس کے پیچھے پلوشہ نے گود میں ارمینہ کو سنبھالا، جبکہ اجلال خاموشی سے ان کے ساتھ ساتھ تھا۔

ملازم سامان اٹھانے لگے اور ان سب کو محل کے اندر لے جانے لگے۔ سفید سنگِ مرمر سے بنے اُس شاندار محل کے وسیع لانچ میں جیسے ہی قدم رکھا، سامنے ہی شیرازی خاندان کے وہ دو ستون کھڑے تھے جن کے چہروں پر برسوں کا غرور تھا— حامد خان شیرازی اور حیدر خان شیرازی۔

ان کے ساتھ اُن کی بیویاں کھڑی تھیں، سفید کپڑوں میں ملبوس، چہرے پر بغیر تاثرات کے پرانی روایتوں کی پرتیں سجائے۔

پلوشہ کا دل جیسے لرز سا گیا۔ برسوں بیت چکے تھے، نہ کوئی خط، نہ سلام، نہ حال۔ آج وہ دو چہرے اس کے سامنے کھڑے تھے، جنہوں نے اسے بچپن میں اپنے بازوؤں کے سہارے چلنا سکھایا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی، نظریں جھکی ہوئیں، آواز جیسے برسوں کی خاموشی کو توڑ رہی ہو۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"لالا"

ایک لفظ تھا، مگر ایسا جیسے دل کے سب بند ٹوٹ گئے ہوں۔ پلوشہ کی آنکھوں سے آنسو بیساختہ بہہ نکلے۔

حامد خان کی آنکھوں میں ایک لمحے کو نمی سی چمکی، مگر وہ جلدی سے پلکیں جھپک گئے۔

حیدر خان کی نظریں سخت تھیں۔

پلوشہ اور احتشام سب سے ملے۔

"لالا دا جی... کہاں ہیں؟"اُس نے نظریں چھپاتے ہوئے پوچھا، آواز میں لرزش تھی۔

حیدر خان خاموش رہے۔ جواب حامد خان نے دیا،

"رات کے کھانے پر ملاقات ہو گی تمہاری۔ ابھی وہ کسی ضروری کام سے باہر گئے ہیں۔"

پلوشہ کے دل میں جیسے کسی نے ٹھنڈا سا خنجر اتارا ہو۔

"تم لوگ آرام کرو، کافی تھک گئے ہوں گے۔ رات کھانے پر ملاقات ہو گی۔"

@@@@@

شیرازی محل کے ڈائننگ ہال میں برقی قمقموں کی مدھم روشنی پھیل رہی تھی۔ قیمتی لکڑی سے بنی میز پر چاندی کے برتن سجے تھے، اور اُن میں بخارات اُڑاتا کھانا رکھا تھا۔ سالن کی مہک، زعفرانی چاول، تازہ تندوری نان— ہر چیز مکمل اہتمام کے ساتھ موجود تھی۔

تمام اہلِ خانہ اپنی اپنی مخصوص نشستوں پر موجود تھے۔

احتشام ایک طرف بیٹھا تھا— خاموش، محتاط۔

پلوشہ اُس کے برابر، گود میں ننھی ارمینہ، اور ساتھ اَجلال۔

حیدر خان اور حامد خان اپنی بیویوں سمیت میز کے صدر پر براجمان تھے۔ سب رسمی مسکراہٹوں میں گفتگو کر رہے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اچانک۔۔۔ڈائننگ روم کے دروازے پر دو ملازم دوڑتے ہوئے آئے اور فوراً ایک طرف ہو گئے۔ایک تیز مگر باوقار چاپ ابھری،اور دروازے میں سے افتخار خان شیرازی نمودار ہوئے۔پورے ہال میں جیسے ایک جھٹکا سا لگا۔سب کی گردنیں اس طرف پلٹ گئیں۔

وہی شان و شوکت،وہی سفید شلوار قمیص،شانوں پر اُڑسی ہوئی سیاہ شال،اور ہاتھ میں عصا۔

اُن کا چہرہ وقت کی کہانیوں سے بھرا ہوا،تھا

احتشام فوراً کھڑا ہو گیا۔

پلوشہ بھی احترام سے اُٹھی،ارمینہ کو گود میں سنبھالتے ہوئے۔

افتخار خان آہستہ آہستہ میز کے پاس آئے،اور سب سے پہلے پلوشہ کی طرف بڑھے۔

چند لمحے اُس کے چہرے کو بغور دیکھا،جیسے برسوں کا سفر چند لمحوں میں طے کر رہے ہوں۔

پھر ہاتھ بڑھایا،اور اپنی بیٹی کو سینے سے لگالیا۔"میری بیٹی..."

Clubb of Quality Content

آواز مدھم تھی، مگر اس میں وہ سب تھا جو الفاظ نہیں کہہ سکتے تھے — تاسف، معافی، محبت، ماضی۔

پلوشہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، اُس کے آنسو خاموش تھے، مگر اندر سے سب کچھ پگھل رہا تھا۔

پھر افتخار خان نے احتشام کی طرف دیکھا، اور آگے بڑھ کر اُس سے بغل گیر ہو گئے۔

"تم میرے داماد ہو، احتشام۔ جو کچھ ہوا، اُس کے لیے میں بھی ذمہ دار ہوں۔"

احتشام کا گلا رندھ گیا تھا۔

"داجی... یہ لمحہ میرے لیے خواب جیسا ہے۔"

افتخار خان آہستہ سے مسکرائے، اور سب کو بیٹھنے کا اشارہ دیا۔

کھانے کے دوران ہلکی پھلکی باتیں ہوئیں۔

کھانے کے بعد...

حیدر خان نے گردن موڑ کر ایک جانب کھڑے اپنے خاص ملازم کو آواز دی:

"اختر... بچوں کو اُن کے کمرے میں لے جاؤ۔ آرام کریں۔"

ملازم ادب سے آگے بڑھا، اور پلوشہ کے اشارے پر دونوں بچے خاموشی سے اُس کے ساتھ چلے گئے۔

ان کے قدموں کی چاپ ہال سے باہر جاتی رہی، اور پھر ہال میں مکمل خاموشی چھا گئی۔

افتخار خان نے آہستہ سے نظریں اٹھائیں، اور پلوشہ و احتشام کو مخاطب کیا:

"کیا تم دونوں جانتے ہو، ہم نے تمہیں یہاں کیوں بلایا ہے؟"

پلوشہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا،

"جی داجی، آپ نے ہمیں معاف کر دیا ہے... اور اب احتشام کو سب کے سامنے قبول کرنا چاہتے ہیں۔"

یہ سن کر افتخار خان اور حیدر خان دونوں کے چہروں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ ائی

حیدر خان آہستہ سے بولے: "نہیں، پلوشہ... نہیں۔ ہم نے تمہیں اس لیے نہیں بلایا۔"

پلوشہ کے چہرے سے مسکراہٹ اُتر گئی۔

حیدر خان کی آواز اب سختی لیے ہوئے تھی: "ہم نے تم دونوں کو اس لیے بلایا ہے... تا کہ تم سات سال پہلے جو ہمارے خاندان کے منہ پر کالک مل کر گئی تھی—اُس کا حساب دے سکو۔"

احتشام کی سانس جیسے رُک گئی۔

پلوشہ کا چہرہ زرد پڑنے لگا۔

وہ بولنا چاہی، تھی کچھ کہنا چاہی تھی... مگر زبان جیسے حلق میں اٹک گئی۔

افتخار خان نے میز پر ہاتھ رکھا، اور آواز میں وہی فیصلہ کن انداز تھا:

"کل جَرگہ بیٹھے گا—اور فیصلہ کرے گا کہ تم دونوں کا مقام شیرازی خاندان میں ہے یا نہیں۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کمرے میں جیسے برف جم گئی ہو۔

کوئی آواز نہ نکلی، نہ سانس، نہ ردعمل۔

صرف آنکھیں—جو سوال، خوف اور تلخی سے بھر چکی تھیں۔

@@@@@

افتخار خان شیرازی، سفید لباس میں، سر پر لال پگڑی اور ہاتھ میں عصا لیے، سب سے بڑی کرسی پر براجمان تھے۔ ان کے بائیں طرف حیدر خان اور دائیں جانب حامد خان بیٹھے تھے۔ جرگے کے بزرگ، خاندان کے وڈیرے اور قبیلے کے معتبر سب اپنی نشستوں پر خاموشی سے بیٹھ چکے تھے۔

احتشام کو بلایا گیا۔

وہ بظاہر پُروقار مگر اندر سے مضطرب تھا، جیسے لمحہ بہ لمحہ خود کو سنبھالنے کی جدوجہد کر رہا ہو۔

افتخار خان نے چہرے کے ایک مختصر اشارے سے بات کا آغاز حیدر خان کو دیا۔

حیدر خان نے گرجدار آواز میں کہا: "سات سال پہلے... یہ لڑکی پلوشہ—ہماری عزت، ہماری بیٹی—اس خاندان کے اصول روند کر ایک ایسے شخص کے ساتھ چلی گئی جو نہ ہماری ذات کا تھا نہ ہمارے قبیلے کا!"

کمرے میں جیسے سناٹا جم گیا۔ "آج وہ لوٹی ہے۔ ہماری مرضی سے۔ ہمارے بلانے پر۔ لیکن سوال یہ ہے... کیا سب کچھ اتنی آسانی سے معاف ہو سکتا ہے؟"

تب افتخار خان نے سر اُٹھایا، اور بوجھل لہجے میں کہا:

"ہم نے تمہیں یہاں بلایا ہے... تاکہ تم اپنے عمل کا حساب دو۔"

احتشام نے قدم آگے بڑھایا، گہری سانس لی، اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا:

میں نے کبھی آپ کے خلاف نہیں سوچا۔ میں نے پلوشہ نکاح کیا اس کو محبت دی، عزت دی... اگر میرا جرم یہی ہے کہ میں نے آپ کی بیٹی کو اپ کی اجازت کے بغیر چاہا... تو میں حاضر ہوں، ہر سزا کے لیے۔"

یہ سنتے ہی ایک بزرگ شخص کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا، اور تیز لہجے میں بولا:

"سردار افتخار خان! اس قبیلے کی روایات پر جو دھبہ لگا ہے، وہ صرف خون سے دھل سکتا ہے۔ ایسی سزا دینی ہوگی جو عبرت بنے۔ تاکہ کل کو کوئی اور ہماری عزت کو مٹی میں نہ ملا سکے۔"

اسی لمحے ایک نوجوان بلند آواز میں للکارا:

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"جی ہاں! ان دونوں کو عبرت کا نشان بنایا جائے۔ ان کے لیے صرف ایک ہی سزا ہے... سزائے موت!"

ہال میں سرگوشیاں پھیل گئیں۔ کچھ تائید میں سر ہلا رہے تھے، کچھ زیرِ لب فیصلے کی حامی بھر رہے تھے۔

افتخار خان اب بھی خاموش تھے۔ ان کی چھڑی زمین پر آہستہ آہستہ ٹک رہی تھی۔

اچانک حامد خان کی آواز سناٹے کو چیر گئی: "نہیں! مجھے یہ فیصلہ منظور نہیں ہے!"

سب کی نظریں چونک کر اس کی طرف اٹھیں۔ آنکھوں میں دکھ اور غصہ ایک ساتھ بھرا

"داجی! آپ کیسے مان سکتے ہیں یہ فیصلہ؟ وہ لڑکی آپ کی بیٹی ہے... میری بہن ہے! کیا اب قبیلے کی عزت کے نام پر بیٹیاں ماری جائیں گی؟"

حیدر خان غصے سے کھڑا ہوا، آواز میں لرزش اور سختی دونوں تھیں:

"بس کرو حامد خان! یہ نہ بھولو کہ تم صرف افتخار خان کے بیٹے نہیں... تم اس قبیلے کے فرد ہو! اور اس قبیلے میں روایات سب سے بڑھ کر ہیں۔"

سردار افتخار خان بدستور خاموش بیٹھے تھے۔ ان کی نظریں کہیں دور ماضی کی تلخیوں میں کھوئی ہوئی تھیں، مگر ان کا سکوت اس فیصلے کی خاموش تائید لگ رہا تھا۔

حامد خان کی مٹھیاں بھینچ گئیں۔ وہ سب کو ایک نظر دیکھتا رہا، جیسے خود سے لڑ رہا ہو۔ پھر اچانک پلٹا اور بغیر کچھ کہے جرگہ چھوڑ کر باہر نکل گیا۔

باہر دھوپ تیز تھی...

اور اندر، قبیلے کے فیصلے نے ایک بیٹی کے مقدر پر موت کی مہر ثبت کر دی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

@@@@@

جرگہ ختم ہو چکا تھا...

محل کی دیواریں لمحہ بھر کو خاموشی میں گم تھیں۔ احتشام دُرّانی کے قدموں کی چاپ جیسے سارے ماحول پر بوجھ بن گئی تھی۔ اس کے چہرے پر تھکن، مایوسی اور فیصلے کا بوجھ صاف دکھائی دے رہا تھا۔

وہ جیسے ہی اندر داخل ہوا، کمرے سے ہلکی روشنی جھلکی—پلوشہ فرش پر بیٹھی بچوں کو کہانی سنا رہی تھی۔ آواز میں وہی ماں والی نرمی تھی، لیکن سانسوں میں اضطراب چھپا ہوا تھا۔ زہرا ایک طرف بیٹھی، خاموشی سے پلوشہ کے چہرے کو تک رہی تھی... جیسے اس کی آنکھوں کے اندر جھانکنے کی کوشش کر رہی ہو۔

دروازے کی آہٹ پر پلوشہ کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ اس کی نظریں دروازے کی سمت اٹھیں، اور زبان بے اختیار لرز گئی۔

"کیا... کیا فیصلہ ہوا جرگے میں؟"

اس کی آواز بھاری اور کانپتی ہوئی تھی۔

احتشام نے ایک لمحے کو بچوں کی طرف دیکھا۔ پھر نظریں زہرا سے ٹکرائیں۔ زہرا نے پلکیں جھکا لیں۔

وہ خاموشی سے آگے بڑھا، پلوشہ کے پاس آ کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔

پلوشہ کی آنکھوں میں سوال تھے... خوف، بے یقینی، اور شاید ایک آخری امید۔

Clubb of Quality Content!

احتشام نے کچھ دیر اسے دیکھا، پھر آہستگی سے اپنی باہوں میں بھر لیا— جیسے ساری دنیا کے فیصلے اس ایک لمحے کے سامنے بے معنی ہو گئے ہوں۔

"سزائے موت..."

وہ دو لفظ اس کے کانوں میں سرگوشی بن کر اترے۔

پلوشہ کی سانس رُک سی گئی۔ وہ مضبوط رہنے کی کوشش کر رہی تھی، لیکن احتشام کی آغوش میں چھپ کر اس کی بہادری بھی شکست کھا گئی۔

بچوں کی کہانی ادھوری رہ گئی تھی—

لیکن زندگی کی حقیقت مکمل بیان ہو چکی تھی۔

فضا میں موت سا سکوت تھا...

احتشام کی زبان سے نکلے دو لفظ—"سزائے موت"—پلوشہ کی روح کو چیر گئے۔ وہ خالی نظروں سے اسے تکتی رہی، جیسے یہ سب سننے کا حوصلہ اس کے اندر کبھی تھا ہی نہیں۔

"نہیں... بابا! نہیں!"

اچانک اس کی چیخ اٹھی، آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

"آپ ایسا نہیں کر سکتے! یہ فیصلہ... یہ فیصلہ زندگی چھیننے والا ہے!"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پلوشہ نے بچوں کی پرواہ کیے بغیر چادر سمیٹی اور دوڑتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

احتشام چونکا... اور فوراً اس کے پیچھے لپکا۔

داجی کے کمرے میں پہلے ہی حامد خان اور حیدر خان موجود تھے۔ فضا میں تناؤ تھا۔ حامد خان داجی سے بحث کر رہا تھا:

"داجی وہ ہماری بہن ہے اپ کی بیٹی ہے اپ نے کیسے قبیلے والوں کا فیصلہ مان لیا

داجی نے اپنی چھڑی زمین پر ٹکائی، چہرے پر تھکن اور سرد رویہ نمایاں تھا۔

"فیصلہ جذبات سے نہیں، روایات سے ہوتا ہے، حامد!"

اسی لمحے دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا—

پلوشہ اندر داخل ہوئی۔ چہرہ آنسوؤں سے تر تھا

"داجی!"اس کی آواز کانپ رہی تھی،" آپ نے ہمیں یہاں قتل کرنے کے لیے بلایا تھا؟ کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں اپنے ہی خون کے ساتھ؟ میں آپ کی بیٹی ہوں... !داجی آپ ایسا فیصلہ کیسے مانگ سکتے ہیں

داجی نے آہستگی سے سر اٹھایا۔

"بیٹی تھی تم... جب تم نے اس گھر کی دہلیز پار کی تھی،اس وقت یہ رشتہ ختم ہو گیا تھا!"

پلوشہ کے قدم ڈگمگائے... مگر اس نے خود کو سہارا دیا۔ دل جیسے ٹوٹ رہا ہو، لیکن وجود پتھر کا بن چکا تھا۔

"تو ایک غلطی کی سزا موت ہے؟اور انصاف... ؟ کیا وہ کبھی آپ کے جرگے میں آتا ہے، داجی؟"

داجی کی آواز پتھر کی طرح گونجی:

"یہ جرگے کا فیصلہ ہے، پلوشہ... اب یہ بدلا نہیں جا سکتا۔ کل صبح تم دونوں کو پوری برادری کے سامنے گولی ماردی جائے گی۔"

یہ سن کر پلوشہ کی ٹانگوں سے جان نکل گئی۔ وہ خاموشی سے داجی کے قدموں میں بیٹھ گئی، آنکھوں میں خالی پن اور چہرے پر ویرانی۔

دروازے پر کھڑا احتشام یہ سب دیکھ رہا تھا۔ پتہ نہیں کہ ضبط سے اس نے پلوشہ کو پکارا

ناول کلب
Clubb of Quality Content

"چلو پلوشہ..."

"تمہارے داجی کل بھی وقت کے فرعون تھے، اور آج بھی ہیں۔ کل بھی تم ان سے بھیک مانگ رہی تھیں، اور آج بھی۔ اُٹھو... یہاں سے چلو!"

اس کی آواز میں دکھ سے زیادہ بے بسی تھی۔

احتشام نے دھیرے سے اس کا ہاتھ تھاما اور اسے اپنے کمرے کی طرف لے گیا۔

ان کے پیچھے حماد بھی ان کے کمرے میں ایا

پلوشہ دھیرے سے بولی:"لالا... داجی اتنے سنگدل تو نہ تھے۔"

اس کی آواز میں امید کی ایک ہلکی سی رمق باقی تھی۔

حماد خان نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا

"میری بہن، میری بات سنو۔ آج رات میں تم دونوں کی مدد کروں گا۔ رات کے اندھیرے میں نکل جانا۔ اور پھر کبھی اس حویلی کی طرف پلٹ کر نہ آنا۔"

پلوشہ نے لرزتے ہوئے کہا:

"نہیں لالا... اگر داجی ہمارا قتل ہی چاہتے ہیں، تو پھر میں نہیں جاؤں گی۔"

اس کی آنکھوں میں ضد اور بے قراری جل رہی تھی۔

اس نے حماد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا:

"لیکن آپ... آپ مجھ سے وعدہ کریں۔ میرے بعد میرے بچوں کا خیال رکھیں گے؟

وعدہ کریں لالا... مجھے آپ کے سوا کسی پر اعتبار نہیں۔ میری بیٹی ارمینہ بہت چھوٹی ہے۔

لالا۔ آپ اور بھابی... خدا کے لیے، میرے بچوں کا خیال رکھنا..."

وہ حماد کے سامنے ہاتھ جوڑ بیٹھی۔

"آپ رکھیں گے نا؟ میں جانتی ہوں... ہمارے مرنے کے بعد داجی اور حیدر لالا میرے

بچوں کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔"

خاموشی میں صرف آنکھوں سے گرنے والے آنسو بول رہے تھے۔

یہ رات لمبی تھی، فیصلہ کن، اور شاید ہمیشہ کے لیے بچھڑنے والی...

@@@@@

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

۔رات گہری ہو چکی تھی... حویلی کے در و دیوار پر سناٹا طاری تھا، لیکن ایک کمرے میں، چند ٹوٹے ہوئے دلوں کی دھڑکنیں بہت بلند سنائی دے رہی تھیں۔

کمرے کے کونے میں رکھا چراغ مدھم روشنی دے رہا تھا۔ پلواشہ چپ چاپ بیٹھی تھی، اور اس کی گود میں چھوٹا اَجلال سر رکھے لیٹا تھا۔ قریب ہی اَرمینہ اپنی ماں سے لپٹی نیم غنودگی میں تھی۔

پلواشہ نے اَجلال کا چھوٹا سا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا... جیسے یہ لمس ہمیشہ کے لیے محفوظ کرنا چاہتی ہو۔

"اَجلال... میری جان، میری بات سنو..." اُس کی آواز بوجھل اور تھرتھرائی ہوئی تھی۔

اَجلال نے آنکھیں کھول کر ماں کی طرف دیکھا، "کیا ہوا اماما؟ آپ رو رہی ہیں؟"

پلواشہ نے زبردستی مسکراہٹ لبوں پر سجالی، "نہیں میرے بچے، بس... دل بھرا ہوا ہے۔"

اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

اَجلال نے الجھے ہوئے انداز میں پوچھا، "کیا ماما آپ کہیں جا رہی ہیں؟"

پلواشہ کے لبوں پر ایک زہریلی سی مسکراہٹ آئی، جیسے کوئی ماں اپنے بچے کے سامنے آخری جھوٹ بول رہی ہو۔

"ہاں میرے بچے... شاید ہم پھر کبھی واپس نہ آسکیں۔"

اَجلال کی آنکھوں میں حیرت ابھری، پھر اُس نے دھیرے سے سر جھکا لیا۔

پلواشہ نے اس کا چہرہ تھپتھپایا، "اَجلال، میرے بیٹے... ایک وعدہ کرو مجھ سے۔ تم اَرمینہ کا خیال رکھو گے؟"

Clubb of Quality Content

اَجلال نے پلکیں جھپک کر ماں کو دیکھا، پھر سنجیدگی سے بولا، "ماما، میں تو ویسے بھی اس کا خیال رکھتا ہوں۔"

پلوشہ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے، اس نے بیٹے کا ماتھا چومتے ہوئے کہا، "ہاں، لیکن آج کے بعد... اس سے بھی زیادہ رکھنا۔ ماں کی طرح، باپ کی طرح۔"

احتشام نے ایک نظر اپنی بیوی اور بچوں پر ڈالی، اور نظریں پھیر لیں—شاید مرد آنسو چھپانے میں ماہر ہوتے ہیں... یا مجبوریوں کے آگے بے بس۔

یہ رات لمبی تھی... بہت لمبی... جیسے وقت نے چلنا چھوڑ دیا ہو۔ جیسے ہر لمحہ، ہر سانس ایک اذیت ہو، ایک جدائی کی دستک ہو۔ پلوشہ کا دل چاہ رہا تھا وقت رک جائے—یا پھر وقت اُڑ کر صبح لے آئے—وہ صبح جو شاید ان کے لیے نجات بنے یا فنا۔

رات گزرنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

نہ جانے کیسے گزرے گی یہ رات؟

روتے ہوئے بچوں کو تھپک تھپک کر سلانے میں...

یا اُن کو بار بار سینے سے لگا کر...

یا ماضی کی ان یادوں میں جنہوں نے آج کا فیصلہ مقدر بنا دیا۔

یہ رات بس ایک رات نہیں تھی—

یہ تقدیر کا دروازہ کھٹکھٹاتی، خاموشی سے چلتی، سانسیں روکتی رات تھی...

ایک بچھڑنے والی رات۔

@@@@@

شیرانی محل کے پچھواڑے میں آج غیر معمولی خاموشی تھی۔ سورج ڈھل چکا تھا، مگر زمین

پر چھائی ہوئیں سائے روشنی سے زیادہ بھیانک لگ رہے تھے۔ ایک وسیع میدان جہاں

آج شیرانی خاندان کی پوری برادری جمع تھی۔ مرد، عورتیں، خادم، بزرگ—سب تماشائی بنے کھڑے تھے۔ ہر آنکھ میں بے یقینی، ہر چہرے پر سنجیدگی تھی۔

پلواشہ اور احتشام کو دونوں طرف سے ملازمین نے جکڑ رکھا تھا، جیسے وہ کوئی مجرم ہوں—حالانکہ ان کا جرم صرف محبت تھا، سچائی تھی، اور خاندان کی روایات سے انکار۔

پلواشہ کے چہرے پر گرد جمی تھی، آنکھوں میں آنسو نہیں—صرف آگ تھی۔ اس نے ایک نظر داجی کو دیکھا، پھر آسمان کو۔

"میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ آپ کے ہاتھوں میری جان جائے گی، داجی..."

پلوشہ کی آواز کانپ رہی تھی، مگر لہجہ مضبوط تھا۔

"آپ وہی داجی ہیں جو بچپن میں مجھے کاندھے پر بٹھاتے تھے، جو عید پر میری پسند کی چوڑیاں لاتے تھے..."

وہ ایک لمحے کو رُکی، گہرا سانس لیا۔

"لیکن آج... آپ نے مجھے اس محبت کی سزا دینے کا فیصلہ کیا ہے جس میں نہ دھوکہ تھا، نہ بے وفائی۔"

داجی خاموش بیٹھے تھے، چہرہ پتھر کی مانند۔ حیدر خان اُن کے برابر بیٹھا تھا، نظریں نیچی، جیسے وہ یہ سب نہ سن رہا ہو۔

پلوشہ نے آنکھوں میں نمی لیے آخری وار کیا:

"میں آپ کو اور حیدر لالا کو کبھی معاف نہیں کروں گی، داجی! کبھی نہیں!

آپ کے ہر سجدے، ہر تسبیح، ہر عبادت پر میرے لہو کا قرض رہے گا۔"

اُدھر احتشام نے خاموشی سے صرف پلوشہ کی طرف دیکھا— جیسے وہ اُس کی ہمت، اُس کی محبت کا مقروض ہو۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ تھامے... اور اگلے لمحے...

تین گولیاں ہوا میں گونجیں۔

ایک پل... اور سب کچھ ساکت۔

پلوشہ کے جسم سے خون کا فوارہ نکلا، اور وہ احتشام کے سینے پر گری۔ دونوں زمین پر بے جان پڑے تھے، لیکن چہرے پر ایک سکون تھا— جیسے وہ جیت گئے ہوں۔

اسی وقت محل کی چھت پر اَجلال اپنے کزنز کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ ہنسی کی آوازیں ہوا میں گونج رہی تھیں کہ اچانک نیچے سے گولیوں کی آواز آئی۔ اَجلال چونک کر رُکا، دیوار پر جھک کر نیچے جھانکا۔

پہلے تو وہ کچھ سمجھ نہ پایا، لیکن جیسے ہی اُس کی نظر ماں باپ کی خون میں لت پت لاشوں پر پڑی —— سانس رُک گیا۔

"ما... ما... ماما!" بابا وہ چیخا،

"ماما... بابا؟" اُس کی آواز پھس پھسا گئی۔

کھیلتے قدم رک گئے۔ ہاتھوں سے کھلونے گر گئے۔

بچپن ختم ہو گیا۔ چھوٹے چھوٹے پاؤں سیڑھیوں پر لڑکھڑاتے نیچے اُترے۔

نیچے پہنچتے ہی وہ پلوشہ کے پاس آکر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس نے ماں کا خون آلود چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

"ماما! اُٹھو نا! ہم گھر جائیں نا ماما... بابا آپ تو کہتے تھیں آپ کبھی چھوڑ کر نہیں جائیں گے

مگر پلوشہ اور احتشام خاموش تھے۔ صرف ہواؤں میں اُس کی آخری بات گونج رہی تھی:

"میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی، داجی!"

اسی لمحے حماد خان تیزی سے آیا، لرزتے اَجلال کو بانہوں میں بھر لیا۔

"چلو... میرے بچے، یہاں مت رُکو... مت دیکھو ادھر

اَجلال نے کوئی مزاحمت نہ کی، نہ آنسو بہائے۔ بس ایک لمحے میں وہ سب کچھ کھو چکا تھا۔۔

اور باہر صرف ایک منظر باقی تھا—

دو لاشیں، جو عزت کے نام پر ماردی گئیں...

اور ایک بچہ، جس کا بچپن ایک ہی لمحے میں دفن ہو گیا۔

@@@@@@

حال

وقت جیسے تھم سا گیا تھا۔ ارمینہ کے رونے میں ہر لمحے شدت آ رہی تھی۔ سانسیں ہچکیوں میں اٹک رہی تھیں اور آنکھوں سے بہتے آنسو دل کی ساری کرچیاں بیان کر رہے تھے۔

ماما بابا کی موت کے بعد... میں حویلی سے فرار ہو گیا تھا۔ میں چھوٹا تھا، اور مجھے یاد ہے کہ کیسے خوف کے سائے میں بھاگ کر پھپھو کے گھر پہنچا تھا۔

انہوں نے مجھے اور معاذ کو کبھی الگ نہیں سمجھا۔ مجھے بھی اپنے بیٹے کی طرح پالا۔

طاہرہ بیگم نے خاموشی توڑی۔ ان کی آواز مدھم تھی:

"تم جانتی ہو، بچے، اس دن ہم حویلی کیوں آئے تھے؟ ہم دراصل تمہارے رشتے کے لیے آئے تھے... وہ رشتہ، جو احتشام بھائی نے تمہارے پیدا ہوتے ہی معاذ کے ساتھ طے کر دیا تھا۔"

ارمینہ نے لرزتی پلکوں کے پیچھے سے اپنی سرخ آنکھیں طاہرہ بیگم پر گاڑ دیں۔ پھر ایک لمحے کو نظریں اپنے بھائی پر ڈالیں۔ اور دھیرے سے اپنی جگہ سے اٹھی۔ اجلال بھی ساتھ کھڑا ہو گیا۔

"تم ٹھیک ہو، بچے؟" اجلال نے مدھم لہجے میں کہا اور ارمینہ کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

جیسے ہی وہ اپنے بھائی کے بازوؤں میں سمٹی، اس کے رونے میں ایک طوفانی شدت آ گئی۔

وہ ہچکیوں کے بیچ پھوٹ پڑی:

"آپ کہتے تھے نا کہ آپ کو مجھ میں اپنی بہن دکھائی دیتی ہے؟ تو پھر آپ نے یہ کیوں نہیں کہا کہ میں ہی آپ کی بہن ہوں، لالا؟

کیوں اتنا وقت میرے قریب رہ کر بھی مجھ سے دور رہے؟

آپ میری تکلیف کو محسوس کرتے تھے، لیکن یہ نہیں بتایا کہ آپ میرے بھائی ہیں؟ کیوں، لالا؟ آپ میرے اتنے قریب تھے، اور پھر بھی میں تنہا رہی...؟"

جلال کی آنکھوں میں نمی جھلکنے لگی۔ اس نے بہن کے بالوں پر ہاتھ پھیرا اور بھاری لہجے میں بولا:

"معاف کر دو مجھے، بچے... مجھے معاف کر دو۔ میں نے یہ سب تم سے چھپایا اس لیے کہ کہیں تم کمزور نہ پڑ جاؤ۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی لمحے اعتراف کر بیٹھو کہ تم اپنے والدین کے قاتلوں کو جانتی ہو۔

میں نے تمہیں بچانے کے لیے یہ بوجھ اپنے دل پر رکھا... مگر آج میرا دل پھٹ رہا ہے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ارمینہ نے سسکیوں کے درمیان کہا:

"اب میں وہاں دوبارہ کیسے جاؤں گی؟ اُن ہی کے ساتھ ایک میز پر کیسے بیٹھوں گی، جن کے ہاتھ میرے والدین کے خون سے رنگے ہیں...؟"

اجلال نے بہن کا چہرہ تھام کر کہا:

"حوصلہ رکھنا، بچے۔ میں بہت جلد حیدر خان سے اپنا حساب لوں گا۔"

ارمینہ نے لرزتے لبوں سے سوال کیا:

"کیا آپ بڑے بابا کو... مار دیں گے؟"

جلال کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی، مگر آنکھوں میں زہر بھرا ہوا تھا:

"کیا تم اب بھی چاہتی ہو کہ وہ زندہ رہیں؟"

ارمینہ کی نظریں جھک گئیں۔

"اور بابا؟" اس نے دھیرے سے پوچھا، "کیا انہیں بھی...؟"

جلال نے بہن کو مضبوطی سے گلے لگایا، اس کی آواز خشمگین اور لرزتی ہوئی تھی:

"

چھوٹے ماموں کو کچھ نہیں ہو گا۔ بے فکر رہو۔

بس اب تم اور نہیں رو گی

خدا کی قسم! اگر اب تمہاری آنکھ سے ایک اور آنسو گرا... تو میں شیرانی محل میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا اجلال نے سخت لہجے میں کہا!"

@@@@@

یونیورسٹی سے آتے ہی ارمینہ نے خود کو بالکل نارمل ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ جیسے سب کچھ ٹھیک ہے، جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ شام کے وقت واسق خان زرلشت اور زہرہ صحن میں بیٹھے باتوں میں مصروف تھے، جبکہ ارمینہ خاموشی سے ایک کونے میں جا بیٹھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

چند لمحے وہ یونہی گم صم بیٹھی رہی، پھر دھیرے سے لب کھولے۔

"ماما... کیا میری پھپھو میرے رشتے کے لیے آئی تھیں؟"

زہرا بیگم نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، جیسے کسی نے اچانک راز کھول دیا ہو۔

"یہ تمہیں کس نے بتایا؟"

ارمینہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ نگاہیں جھکی رہیں لیکن لہجہ پہلے سے زیادہ پُر عزم تھا۔

"کیا وہ میرے رشتے کے لیے آئی تھیں؟"

زہرا بیگم نے لمحہ بھر کے توقف کے بعد آہستگی سے جواب دیا۔ "ہاں۔"

ارمینہ نے اپنی ماں کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا:

"تو پھر بابا سے کہہ دیجیے... مجھے اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں۔"

واسق خان، جو اب تک بالکل لاتعلق بننے کی کوشش کر رہا تھا یہ جملہ سنتے ہی چونک اٹھا۔ اس کے چہرے کے تاثر بدل گئے۔ دل و دماغ میں ایک عجیب سی ہلچل مچنے لگی لمحہ بھر کو یوں لگا جیسے فضا میں خاموشی جم گئی ہو۔

"ارمینہ! یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

زہرا بیگم نے سختی سے کہا:

"کیا تمہیں اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں؟"

ارمینہ نے سکون سے جواب دیا:

"ماما، یہ رشتہ میرے ماما بابا نے طے کیا تھا۔ اور میں اپنے والدین کے فیصلے کو ماننے میں کوئی عیب نہیں سمجھتی۔"

پھر اس کی آواز بھاری ہوئی، جیسے اندر کا بوجھ زبان پر آ گیا ہو۔ "ہاں... لیکن میں یہ امید ضرور رکھتی ہوں کہ آپ لوگ میری خوشی کا بھی خیال رکھیں گے۔"

Clubb of Quality Content!

یہ کہہ کر وہ مزید کچھ نہ بولی۔ اٹھ کر اپنے کمرے میں آئی، دروازہ بند کیا اور موبائل ہاتھ میں اٹھایا۔ اس نے کانپتی انگلیوں سے اجلال کا نمبر ملایا۔ پہلی کال پر فوراً ہی کال کٹ گئی۔

ارمینہ نے آہستہ سے فون ایک طرف رکھا اور زمین پر بیٹھ کر اپنے بھورے بالوں والے کتے کے نرم بالوں کو سہلانے لگی۔ آنکھوں میں نمی تیرنے لگی

تقریباً دس منٹ بعد فون بج اٹھا۔ پہلی ہی بیل پر اس نے کال ریسیو کر لی۔

"ہیلو... السلام علیکم لالا۔"

"وعلیکم السلام بچے، کیسی ہو؟"

"ٹھیک ہوں لالا، آپ کیسے ہیں؟"

"اللہ کا شکر ہے بچے... تمہاری کال آئی تھی، میں چھوٹے ماموں کے ساتھ تھا، اس لیے ریسیو نہ کر پایا۔"

ارمینہ لمحہ بھر کے لیے خاموش رہی، پھر دھیرے سے بولی:

"جی لالا، بس آپ کو بتانا تھا... میں نے معاز کے رشتے کے لیے ہاں کر دی ہے۔"

دوسری طرف گہری خاموشی چھا گئی۔ صرف سانسوں کی آواز آ رہی تھی۔ پھر اجلال کی بھاری آواز ابھری:

"بچے... تم خود کو تکلیف میں مت ڈالو۔ اگر تم واقعی واسق خان کے لیے جذبات رکھتی ہو تو میں خود اس سے بات کروں گا۔"

ارمینہ کے لبوں پر ایک تلخ مسکراہٹ کھل گئی، آنکھوں میں پانی جھلملانے لگا۔

"نہیں لالا... میں نے اپنی انا پر پیر رکھ کر ان سے اپنی محبت کا اعتراف کیا تھا۔ لیکن انہوں نے مجھے میری ہی نظروں میں گرا دیا۔ اسی دن میں نے ان کی محبت کو اپنے دل کے قبرستان میں دفن کر دیا تھا۔"

ناول کلب
Clubb of Quality Content

اس کی آواز لرز گئی مگر الفاظ جاری رہے۔

"اور رہی بات چاہت کی... تو میں کوشش کروں گی کہ بہت جلد اسے بھول جاؤں۔"

اجلال نے ایک بھاری سانس کھینچی۔

"بچے، کسی کو بھولنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ محبت میں چاہنے کی مرضی ہوتی ہے... بھولنے کی نہیں۔"

ارمینہ کی آنکھوں میں نمی تیر گئی مگر وہ مضبوط لہجے میں بولی:

"جی لالا، آپ صحیح کہتے ہیں۔ کسی کو بھولنا آسان نہیں ہوتا... لیکن جب بھی دل میں ان کی محبت دوبارہ جاگے گی، میں ان کے دیے گئے زخم یاد کر لوں گی۔ ان کی دیے گے تکلیفیں یاد کر لوں گی... تو میرا دل خود بخود ان کی محبت سے دستبردار ہو جائے گا۔"

فون کے دوسری طرف اجلال گہری خاموشی میں ڈوبا رہا۔ ہونٹ ہلے مگر الفاظ نہ نکلے۔

صرف اس کی بھاری سانسوں کی آواز سنائی دیتی رہی۔

اور اس طویل خاموشی میں دونوں کے دلوں کا درد ایک دوسرے تک بہہ رہا تھا—

ایک بہن کی ٹوٹی ہوئی امیدیں، اور ایک بھائی کا بکھرتا ہوا دل۔

@@@@@

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

رات کا وقت تھا۔ خاموشی میں چھت پر بیٹھی زرلشت کا موبائل اس کے ہاتھوں میں تھا، جہاں وہ حسبِ معمول اجلال سے بات کر رہی تھی۔ شروع میں دونوں نے ہلکی پھلکی باتوں پر ہنسی مذاق کیا، مگر اچانک زرلشت کی آواز سنجیدہ ہوئی۔

"اجلال... میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔"

ادھر اجلال نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں سختی سے میچ لیں، جیسے دل پر کوئی بوجھ پڑ گیا ہو۔

"کیوں؟" اس کی آواز بھاری سی ہو گئی۔

"کیا مطلب کیوں؟ ہم پانچ چھ مہینے سے روز بات کرتے ہیں، ایک دوسرے کو چاہتے ہیں، لیکن آج تک میں نے آپ کو دیکھا نہیں... سوائے آپ کی آنکھوں کے وہ بی آپ کی پروفائل پر"

کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد اجلال نے سانس کھینچی، اور ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر آئی۔

"زری... مجھے ڈر ہے۔"

"ڈر؟ اور وہ بھی مجھ سے؟" زرلشت کے دل پر چوٹ سی لگی۔

اجلال کی آواز دھیرے سے ابھری، "زری، مجھے ڈر ہے کہ اگر تم مجھ سے ایک بار بھی مل لو... تو تم اپنا راستہ نہ بدل لو"

زرلشت نے فوراً کہا، "اور آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے؟ آپ جانتے ہیں نا کہ میں نے اپنا دل آپ کی شکل و صورت پر نہیں ہارا بلکہ آپ کی باتوں پر، آپ کے انداز پر... آپ کی سوچ پر۔ میں اپنا دل ہاری ہو"

اجلال دھیرے سے ہنسا، مگر ہنسی میں عجیب سی اداسی چھپی ہوئی تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے، زری۔ لیکن حقیقت کبھی کبھی خوابوں سے الگ نکل آتی ہے۔ اور اگر ایسا ہوا تو؟ اگر تمہیں لگا کہ حقیقت تمہارے خوابوں سے الگ ہے تو کہیں تم... اپنا راستہ نہ بدل دو۔"

زرلشت کی آنکھیں بھر آئیں، وہ آہستہ سے بولی، "کیا آپ کو اپنی زری پر بھروسہ نہیں؟ کیا آپ کو لگتا ہے کہ آپ سے ملنے کے بعد میں پیچھے ہٹ جاؤں گی؟"

کچھ دیر گہری خاموشی چھائی رہی، پھر اجلال کی بوجھل آواز ابھری،

"نہیں... لیکن پھر بھی ڈرتا ہوں۔ کیونکہ جب ایک انسان کسی پر دل ہارتا ہے تو وہ صرف انسان نہیں رہتا، وہ اس کے لیے کل کائنات بن جاتا ہے۔ اور اگر میری یہ کائنات ٹوٹ گئی... تو میں کہاں جاؤں گا، زری؟"

زرلشت کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ "ایسا کچھ نہیں ہوگا اجلال۔ میں وعدہ کرتی ہوں۔ اور کل مجھے آپ سے ملنا ہے... میری یونیورسٹی میں۔"

وہ اور بھی بہت کچھ کہنا چاہتی تھی کہ پیچھے سے واسق خان کی بھاری آواز ابھری۔

"کس سے ملنا ہے، بچے؟"

زرلشت کے ہاتھ کانپ گئے، اس نے جلدی سے موبائل نیچے کر لیا اور کال کاٹے بغیر گھبرا کر بولی، "لالا... دوست سے بات کر رہی تھی۔ اسی سے ملنا ہے۔"

واسق خان کچھ نہ بولا بس چھت کے ایک کونے میں رکھی کرسی پر جا کر بیٹھ گیا اور پاؤں میز پر رکھ دیے۔ زرلشت دھیرے دھیرے اس کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

"لالا، آپ ٹھیک ہیں؟" اس نے دھیمی آواز میں پوچھا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ واسق ہمیشہ چھت پر تب آتا ہے جب اس کا دل بوجھل ہو۔

"میں کل سے آپ کو دیکھ رہی ہوں۔ جب سے ارمینہ نے رشتے کے لیے ہاں کی ہے، آپ عجیب سی بے چینی میں ہیں۔"

واسق خان خاموش رہا زرلشت نے نرمی سے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

"لالا، کیا اب آپ مجھ سے بھی باتیں چھپائیں گے؟ ہم دونوں نے ہمیشہ ایک دوسرے سے اپنے دل کا ہر راز بانٹا ہے۔ تو اب کیوں؟ کہہ دیجیے نا، جو دل میں ہے آپ کا دل ہلکا ہو جائے گا۔"

واسق دھیرے سے سیدھا ہوا ایک گہری سانس لی اور زرلشت کو اپنے سینے سے لگالیا۔ جیسے برسوں کا بوجھ ٹوٹ کر باہر آرہا ہو۔

"مجھے نہیں پتہ بچے، یہ پسند ہے، محبت ہے یا عشق... لیکن اتنا جانتا ہوں کہ جب بھی اسے تکلیف ہوتی ہے، مجھے لگتا ہے جیسے مجھ پر گزر رہی ہو۔ اس کی ہنسی مجھے سکون دیتی ہے۔"

واسق خان کی آواز بھر آئی۔ "میں سمجھتا تھا لالہ رخ کے بعد میری زندگی میں کسی کے لیے جگہ نہیں بچی۔ لیکن میں غلط تھا۔ میری زندگی میں گنجائش تھی... ارمینہ کے لیے گنجائش تھی۔ اور جب اس نے کہا کہ وہ اس رشتے کے لیے راضی ہے... تو یوں لگا جیسے میرے دل کو کسی نے چیر دیا ہو۔"

زرلشت دھیرے سے بولی، "لالا، آپ اس سے بات کیوں نہیں کرتے؟ وہ بھی تو آپ کو چاہتی ہے۔ اگر آپ دل کی بات کہیں گے تو وہ ضرور اس رشتے سے انکار کر دے گی۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

واسق کے ہونٹوں پر کڑوی مسکراہٹ آئی۔

"مجھے نہیں لگتا کہ وہ مانے گی۔ پٹھان کا خون ہے... ضدی ہے۔ ایک بار اپنی انا کو توڑ کر اس نے مجھ سے اپنے دل کی بات کہی تھی۔ اور میری باتوں نے اس کا دل ایسے توڑا کہ پھر کبھی اس نے آنکھ اٹھا کر بھی مجھ سے بات نہیں کی۔ اب میں کس منہ سے بات کروں؟"

"اگر آپ کہیں تو میں بات کروں؟"زرلشت نے نرمی سے کہا۔

واسق نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا،"نہیں بچے... تم اس سے کیا بات کرو گی؟میں خود ہی کوشش کروں گا اس سے بات کرنے کی۔"

وہ اپنی ہی گفتگو میں کھوئے رہے۔ لیکن وہ اس بات سے بالکل بے خبر تھے کہ موبائل کی دوسری جانب،اجلال دورانی خاموشی سے یہ ساری بات سن چکا تھا

@@@@@@—

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

باب نمبر 6

تنہائی

تنہائی وہ کرب ہے جو ہجوم میں بھی دل کو خالی کر دیتا ہے،

یہ وہ سناٹا ہے جو چیخوں کی صورت روح پر اترتا ہے۔

تنہائی وہ لمحہ ہے جب آنکھیں بھیگتی ہیں مگر کوئی دیکھ نہیں پاتا،

جب دل ٹوٹتا ہے مگر آواز صرف انسان خود سنتا ہے۔

تنہائی سزا بھی ہے اور عبادت بھی،

یہی انسان کو اس کے اپنے آپ سے ملواتی ہے۔

اگلی صبح بھی شیرازی محل پر عام صبح کی طرح ہی اتری تھی۔ڈائننگ ہال میں سب اپنے اپنے معمول میں مصروف تھے۔اچانک حماد خان نے ناشتہ کرتے کرتے ہاتھ روک دیا۔

"ارمینہ

ارمینہ چونکی،نظریں اٹھائیں۔جی بابا؟"

حماد خان نے سنجیدگی سے کہا:

"تمہاری ماں کہہ رہی تھی کہ تم نے معاذ کے رشتے کے لئے رضامند ہو

یہ سنتے ہی ارمینہ کا چہرہ پل بھر میں سرخ ہو گیا۔اس نے دھیرے سے سر جھکا کر کہا:

جی بابا، مجھے اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں۔اپ پھپھو کو ہاں کر دیں

زہرا بیگم نے فوراً غصے سے کہا:

"ارمینہ شرم کرو اپنے بابا اور بڑے بابا کے سامنے بیٹھی ہو

ارمینہ کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ حیدر خان نے زہریلے لہجے میں کہا:

"خون کس کا ہے... زہرہ اثر تو دکھائے گا نا۔میری مانو حماد خان، جتنا جلدی ہو سکے اس کو اُس میجر کے ساتھ رخصت کر دو۔یہ نہ ہو کہ یہ بھی اپنی ماں کی طرح ہمارے منہ پر کالک مل جائے۔"

بابا واسق خان نے بے بسی سے اپنے باپ کو آواز دی

"چپ کرو!" تم حیدر خان غصے سے دھاڑے۔

یہ سب سن کر ارمینہ کی آنکھوں میں جیسے کسی نے مرچیں ڈال دی ہوں۔ وہ ناشتہ ادھورا چھوڑ کر تیزی سے ٹیبل سے اٹھی اور باہر نکل گئی۔ اس کے پیچھے واسق خان بھی خاموشی سے اپنی کرسی چھوڑ کر باہر نکل آیا۔

ارمینہ کو دیکھتے ہی اجلال نے گاڑی آگے بڑھا کر اس کے سامنے روک دی۔ جیسے ہی وہ گاڑی میں بیٹھی، واسق خان نے ہاتھ کے اشارے سے اجلال کو باہر نکلنے کو کہا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

ارمینہ نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ وہ چپ چاپ بیٹھ گئی۔

آدھا راستہ خاموشی میں گزرا۔ مگر ارمینہ کے آنسو ایک لمحے کے لیے بھی رُکے نہیں تھے۔ وہ مسلسل بہہ رہے تھے۔ جب واسق خان سے اور برداشت نہ ہوا تو اس نے گاڑی ایک طرف روک دی اور گہری سانس لیتے ہوئے چہرا اس کی طرف موڑا

"ارمینہ..." اس نے دھیرے سے پکارا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ارمینہ نے نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا اور لرزتی آواز میں کہا:

"خدا کے لیے خان، اگر آپ بھی میرے مرے ہوئے والدین کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں تو آپ کو خدا کا واسطہ، مت کہیے گا۔ مجھ میں مزید برداشت نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

واسق کا دل جیسے ٹوٹ کے بکھر گیا۔ وہ بے چینی سے بولا: "پلیز... رونا، بند کرو۔ مت رو۔ مجھے تمہارے رونے سے تکلیف ہوتی ہے۔ جب تم روتی ہو تو لگتا ہے میرا دل پھٹ رہا ہے۔ پلیز مت رو..."

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

ارمینہ نے سرخ آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا:

"کیوں... کیوں ہوتی ہے آپ کو تکلیف؟ پہلے تو نہیں ہوتی تھی میرے رونے سے اپ کو تکلیف اب کیوں ہوتی ہے؟"

واسق نے ایک پل کو آنکھیں بند کر لیں، پھر بھاری آواز میں کہا:

"مجھے نہیں پتہ... پہلے ہوتی تھی یا نہیں۔ لیکن اب ہوتی ہے۔ اب جب تمہارے دور جانے کا سوچتا ہوں تو میری دھڑکن رکنے لگتی ہے۔"

ارمینہ کے آنسو پل بھر کو تھم گئے۔ وقت جیسے رک گیا تھا۔ وہ بنا پلک جھپکائے واسق خان کو دیکھنے لگی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

واسق نے لرزتی آواز میں کہا:

"تم مت کرو، ارمینہ... مت کرو۔ اس میجر سے شادی میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ خدا کے لیے، مجھ پر رحم کرو۔ انکار کر دو۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔ شادی مت کرو اُس سے۔ میرے ساتھ یہ ظلم مت کرو

ارمینہ چیختی ہوئی بولی:

"ظلم؟ ظلم میں کر رہی ہوں؟ خان، یاد کریں... ظلم آپ نے کیا تھا مجھ پر۔ میں نے بھی اپنی محبت کی بھیک مانگی تھی، لیکن آپ نے مجھے میری ماں کے کردار پر طعنے دیے۔ میری ماں کا گناہ صرف اتنا تھا کہ اُس نے اپنی محبت کی شادی کی تھی۔ جس کے بدلے اُن کو... اور میرے بابا کو... پوری برادری کے سامنے گولیوں سے بھون دیا گیا۔"

وہ ہچکیوں کے درمیان بولی:

"کیا ان کا گناہ اتنا بڑا تھا کہ انہیں سزائے موت دی گئی؟ اور اب آپ چاہتے ہیں کہ میں سب جاننے کے باوجود آپ سے شادی کر لوں؟ کیا آپ کے بابا مجھے کبھی قبول کریں گے؟"

واسق نے زور سے آنکھیں میچی دل جیسے مٹھی میں آ گیا ہو۔ پھر آہستہ بولا:

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تم صرف مجھے قبول کر لو، ارمینہ۔ باقی کسی کی پرواہ مت کرو۔ میں تمہارے لیے بابا تو کیا، ساری دنیا سے بھی لڑ سکتا ہوں۔ بس تم ایک بار مجھے قبول کر لو۔"

"کبھی نہیں واسق خان... کبھی نہیں!" ارمینہ کی آواز کانپ رہی تھی، مگر لہجہ مضبوط تھا۔

"میں نے آپ کی محبت کو دفن کر دیا ہے۔ ایک بار اگر کوئی جذبہ دفن ہو جائے، تو وہ دوبارہ کبھی زندہ نہیں ہوتا۔"

واسق نے افسردگی سے کہا:

"تم پہلے تو ایسی نہیں تھیں..."

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ارمینہ نے دھیرے سے جواب دیا:

"ہاں، خان... میں ایسی نہیں تھی۔ لیکن میں نے خود کو بدل دیا ہے۔"

واسق نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے دھیرے لہجے میں کہا:

"یہ جو تم نے خود کو بدلا ہے

یہ بدلا ہے، یا بدلہ ہے؟"

کچھ لمحے دونوں خاموش رہے۔ پھر اس نے ٹوٹے دل کے ساتھ سرگوشی کی:

"سوچتا ہوں کہ کچھ قصہ کہوں...

پھر سوچتا ہوں، کس سے کہوں؟

یہ سن کر ارمینہ کے چہرے پر ایک استہزائی مسکراہٹ ابھری۔ اس کی آنکھوں سے آنسو اب بھی بہہ رہے تھے مگر اس مسکراہٹ نے درد کو چھپا لیا۔

"ابھی تو ہم بدلے ہیں، خان...

بدلے تو ابھی باقی ہیں۔"

دونوں کے درمیان عجیب سی خاموشی چھا گئی تھی—ایسی خاموشی جو لفظوں سے زیادہ بھاری تھی۔"

@@@@@

ریسٹورنٹ کے ایک کونے میں، زرلشت پچھلے پندرہ منٹ سے اجلال کا انتظار کر رہی تھی۔

دل پر ایک عجیب سی بے چینی تھی، وہی کیفیت جو کسی نامحرم سے پہلی ملاقات پر دل کو گھیر لیتی ہے۔

وہ بار بار دروازے کی طرف دیکھتی، اور پھر نظریں جھکا لیتی۔ اجلال کے خیالوں میں گم تھی کہ اچانک ایک بھاری مردانہ آواز نے اسے چونکا دیا:

"السلام علیکم۔"

زرلشت نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ اس کے سامنے کی کرسی کھینچ کر ایک شخص بیٹھ چکا تھا۔

سفید شلوار قمیض، کندھوں پر کالی اجرک، اور وہ چہرہ جس کی کالی گہری آنکھوں میں اگر کوئی ایک بار دیکھ لیتا تو یا لرز جاتا، یا ڈوب جاتا۔

زرلشت چند لمحوں کے لیے سن ہو گئی۔ ان آنکھوں کی کشش میں کھو گئی۔ پھر خود کو سنبھالتے ہوئے دھیرے سے بولی:

"حاشر... آپ؟"

وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا: "حاشر نہیں، میڈم... ملک اجلال دورانی۔"

یہ نام سنتے ہی زرلشت کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ... آپ اجلال کیسے ہو سکتے ہیں؟"

اجلال نے گہری سانس لے کر کہا:

"میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا زری... کہ کچھ حقیقتیں بہت تکلیف دہ ہوتی ہیں۔ اور تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تم اپنا راستہ نہیں بدلو گی۔"

زرلشت کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ حق دق اجلال کو دیکھے جا رہی تھی۔

اجلال نے بات بدلی: "یہ بتاؤ... کیا کھاؤ گی تم؟"

زرلشت نے نفی میں سر ہلایا۔ "کچھ نہیں۔"

اجلال نے ویٹر کو آواز دی اور آڈر دے دیا۔ ویٹر جیسے ہی چلا گیا، اجلال نے زرلشت کی طرف جھک کر نرمی سے کہا:

"میں ملک اجلال دورانی ہوں... ارمینہ دورانی کا بھائی، تمہارا کزن۔

میں نے اپنی شناخت بدل کر تمہارے گھر میں صرف اس لیے قدم رکھا تھا کہ اپنی بہن کے قریب رہ سکوں۔ اگر میں اپنی اصل پہچان ظاہر کر دیتا، اگر کہتا کہ میں پلوشہ کا بیٹا ہوں... تو تمہارے بابا مجھے زندہ نہ چھوڑتے۔"

زرلشنت کے ہونٹ کپکپانے لگے، وہ بس اسے دیکھتی رہی۔

اجلال کی آواز بھاری اور ٹوٹتی ہوئی تھی "لیکن زری... مجھے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ اپنی بہن کے قریب رہتے رہتے میں تمہاری محبت میں گرفتار ہو جاؤں گا۔

میں نے سب سے جھوٹ بولا، لیکن تم سے نہیں۔ تم سے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

یاد ہے، جب تم نے پہلی بار فون پر مجھے اے ڈی کہہ کر پکارا تھا؟ تو اسی دن میں نے اپنی حقیقت تمہارے سامنے رکھ دی تھی کہ میں اے ڈی نہیں... ملک اجلال دورانی ہوں۔"

زرلشت نے بمشکل لب ہلائے:

"آپ نے یہ کیوں نہیں بتایا... کہ آپ ارمینہ کے لالا ہیں؟"

اجلال نے دکھ سے نظریں جھکا لیں:

"اگر بتا دیتا تو؟ تو شاید تم بھی اپنی فیملی کی طرح مجھ سے نفرت کرتی۔

میں نے تمہیں تکلیف دی ہے زری... لیکن یہ سچ ہے کہ تم سے میرا رشتہ کبھی جھوٹ پر مبنی نہیں رہا۔"

ناولز کلب
Club of Quality Content

اتنے میں ویٹر کھانا لے آیا اور میز پر سرو کر گیا۔ لیکن زرلشت کسی ٹرانس کی کیفیت میں تھی۔ ٹیبل کی طرف دیکھا بھی نہیں۔

اجلال نے دھیرے سے کہا:

"کچھ کھاؤ زری..."

زرلشت نے سر جھٹک دیا۔ "مجھے بھوک نہیں ہے۔"

وہ خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ "مجھے... مجھے گھر جانا ہے۔"

"میں چھوڑ آتا ہوں۔"

زرلشت نے ہلکے سے سر ہلا کر حامی بھر لی۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی ماحول مزید بوجھل ہو گیا۔ کچھ لمحے گزرے تو زرلشت نے دھیرے سے پوچھا:

"کیا... ارمینہ جانتی ہے کہ آپ اس کے لالا ہیں؟"

اجلال نے لمحہ بھر اسے دیکھا اور آہستہ کہا:

"ہاں... دو دن پہلے ہی اسے سب پتہ چلا ہے۔"

Clubb of Quality Content

یہ سنتے ہی گاڑی کے اندر ایک ایسی خاموشی چھا گئی جس میں صرف ان دونوں کے دلوں کی دھڑکن سنائی دے رہی تھی۔

اجلال بار بار اسے دیکھنے کی کوشش کرتا مگر وہ نظریں جھکا لیتی۔

آخر کار اجلال نے دھیرے سے لب کھولے:

"زری..."

زرلشت نے چونک کر سر اٹھایا: "جی؟"

اجلال نے ہلکی سی لرزتی ہوئی آواز میں کہا: "میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

یہ جملہ سنتے ہی زرلشت کا ضبط ٹوٹنے لگا۔ جو آنسو وہ کب سے روک رہی تھی، وہ بہنے لگے۔ اس کے ہونٹ کپکپانے لگے اور وہ بس ایک ہی بات دہراتی رہی:

"بابا... بابا کبھی نہیں مانیں گے۔ وہ کبھی نہیں مانیں گے۔"

"میں ان سے بات کروں گا۔"

"نہیں، نہیں... آپ کچھ نہیں کہیں گے ان سے۔ وہ آپ کو بھی پھپھو کی طرح مار ڈالیں گے۔"

اجلال کے سینے پر یہ الفاظ چاقو کی طرح لگے۔ اس نے آنکھیں زور سے میچ کر کہا:

"تو پھر ہمارے پاس کیا راستہ ہے زری؟ میں تم

پر موو آن نہیں کر سکتا۔

زرلشت کے رونے کی شدت اور بڑھ گئی۔ تم رو تو مت زری تمہارا رونا مجھے تکلیف دے رہا ہے

وہ ہچکیوں کے درمیان بولی:

"رو نہیں تو کیا کروں اجلال؟ میں نے اپنی زندگی میں پہلی بار کسی کو چاہا ہے... اور وہ بھی ایسے شخص کو چاہا ہے جس کے لیے میرے بابا کبھی راضی نہیں ہوں گے۔"

"زری... ہم چپکے بھی تو نکاح کر سکتے ہیں۔ نکاح کے بعد سب کو بتا دیں گے۔"

زرلشت نے حیرت اور بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا۔

"نکاح؟وہ بھی چھپ کر؟"

"ہاں زری۔ نکاح کے بعد ہم انہیں بتائیں گے۔ آخر کار وہ مان جائیں گے۔"

زرلشت نے سر نفی میں ہلایا:

"نہیں... بابا مجھے بھی پھپھو کی طرح مار ڈالیں گے۔"

اجلال نے نم آنکھوں سے کہا:

"نہیں زری... وہ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ وہ تمہارے بابا ہیں۔ اپنی بہن کو تو وہ مار سکتے تھے، لیکن تمہیں... تمہیں کبھی تکلیف نہیں دیں گے۔"

Clubb of Quality Content

"اور واسق وہ بھی تو تمھیں چاہتے ہیں..."

"نکاح کے بعد ہم سب سے پہلے ان سے بات کریں گے وہ کچھ نہیں کہیں گے۔ میرا یقین کرو زری... میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

وہ لمحہ لمحہ ٹوٹ رہا تھا۔ پھر جیسے یاد آیا اور وہ بولا:

"پھپھو نے بتایا تھا کہ آج صبح وہ شیرازی محل گئی تھیں۔ دو دن بعد معاذ اور ارمینہ کا نکاح ہے۔"

Clubb of Quality Content!

"اتنی جلدی؟"

پھر آنسو صاف کرتے ہوئے ٹوٹے لہجے میں بولی:

"اب آپ کیا چاہتے ہیں؟ کہ میں اپنی فیملی کی مرضی کے بغیر آپ سے نکاح کر لوں؟ وہ لوگ کبھی نہیں مانیں گے۔"

اجلال نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا:

"ہاں زری... میں یہی چاہتا ہوں۔"

کچھ لمحے کے لیے زرلشنت خاموش رہی۔ اس کے لب کپکپائے۔ دل جیسے سینے سے باہر آنے کو تھا۔ پھر آہستہ سے کہا:

"مجھے... مجھے منظور ہے۔

یہ الفاظ سنتے ہی اجلال کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔ اس نے فوراً جیب سے فون نکالا اور کال ملائی:

"معاذ...

ہاں بولو

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

میرے فلیٹ پر فوراً مولوی اور گواہوں کا انتظام کرو۔ بیس منٹ ہیں تمہارے پاس۔"

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

فلیٹ میں مولوی صاحب کاغذات سنبھالے بیٹھے تھے۔ گواہ بھی موجود تھے۔ کمرے میں ایک سنجیدہ سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

مولوی صاحب نے نرم اور صاف آواز میں کہا:

"ملک اجلال درانی ولد ملک احتشام درانی۔۔۔ آپ کو زرلشت دخترحیدر خان شیرازی، مہر مقررہ کے ساتھ قبول ہیں؟"

اجلال نے ایک ایک نظر زرلشت پر ڈالی جو سر جھکائے اس کے سامنے بیٹھی تھی

گہری سانس لی، اور پھر مضبوط آواز میں کہا:

"قبول ہے۔"

ملک اجلال درانی ولد ملک احتشام درانی... آپ کو زرلشت دختر حیدر خان شیرازی، مہر مقررہ کے ساتھ قبول ہیں؟

قبول ہے۔

ملک اجلال درانی ولد ملک احتشام درانی... آپ کو زرلشت دختر حیدر خان شیرازی، مہر مقررہ کے ساتھ قبول ہیں؟

قبول ہے۔

یہ الفاظ کمرے کی دیواروں سے ٹکرا کر گونجے۔ گواہوں کی آنکھوں میں ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ فضا میں سکون کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔

پھر مولوی صاحب نے رخ زرلشنت کی طرف موڑا۔

"زرلشت بنت حیدر خان شیرازی... آپ کو ملک اجلال درانی، مہر مقررہ کے ساتھ قبول ہیں؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

زرلشت کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ آنکھوں میں آنسو تیر نے لگے۔ نگاہیں اور زیادہ جھک گئیں۔ لب کپکپائے اور دھیرے سے ایک سرگوشی سی نکلی:

"قبول ہے۔"

مولوی صاحب نے دوسری بار پوچھا۔ وہی جواب۔

تیسری بار... اور پھر بھی وہی جواب۔

جب آخری بار زرلشت کے لبوں سے "قبول ہے" نکلا تو

اجلال کے چہرے پر ایک دبی ہوئی مسکراہٹ چھپ نہ سکی۔ اس کی آنکھوں میں خوشی کی نمی تیر رہی تھی۔ دوسری طرف زرلشت کا جھکا چہرہ، سرخی میں ڈوبا ہوا، اور حیا سے کانپتے لب... ایک مکمل داستان لگ رہے تھے۔

چند لمحوں کا کھیل تھا۔ نکاح مکمل ہو چکا تھا۔

زرلشت... پل بھر میں زرشنی خان شیرازی سے زرلشت اجلال دورانی بن گئی تھی۔

@@@@@

آج صبح ارمینہ حسبِ معمول اجلال کے ساتھ میڈیکل کالج گئی۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے ہچکچاہٹ سے کہا:

"لالہ... ایک بات کہنی ہے۔"

اجلال نے پیار سے اس کی طرف دیکھا:

"بولو بچے۔"

ارمینہ نے جھکی نظریں اور لرزتی آواز کے ساتھ کہا:

"کیا میں نکاح سے پہلے... معاذ سے مل سکتی ہوں؟"

یہ سنتے ہی اجلال نے ایک پل کو اسے دیکھا، پھر ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر آئی:

"کب ملنا ہے، بچے؟"

ارمینہ نے آہستگی سے کہا:

"آج ہی... کیونکہ لالہ، کل سے تو میں کالج بھی نہیں آؤں گی۔"

اجلال نے سر ہلایا:

"اوکے، کرتا ہوں کچھ۔ تم کس وقت فری ہو گی؟"

آج بس دو کلاسز ہیں، فرسٹ اور سیکنڈ۔ اس کے بعد میں فارغ ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" اجلال نے کہا اور اسے کالج ڈراپ کرنے کے بعد فوراً معاذ کو کال ملائی۔

فون کے دوسری طرف آواز آئی:

"ہیلو ا

"معاذ کیا تم فری ہو آج؟"

،فری تو نہیں... کیوں، کوئی کام تھا؟"

اجلال نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا:

"ہاں... ارمینہ تم سے ملنا چاہتی ہے۔"

ارمینہ کا نام سنتے ہی دوسری طرف معاذ کے چہرے پر ایک خوشی بھری مسکراہٹ آ گئی۔

اس نے جلدی سے پوچھا:

"کب اور کہاں؟"

"کالج کے قریب جو ریسٹورنٹ ہے، وہیں۔"

"اوکے، میں آجاؤں گا۔"

11 بجے معاذ اس ریسٹورنٹ میں پہنچ چکا تھا جہاں اجلال نے بلایا تھا۔ تقریباً دس منٹ بعد اجلال اور ارمینہ بھی آ گئے۔

معاذ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"السلام علیکم۔"ارمینہ نے دھیرے سے سلام کیا۔

معاذ نے نظریں جھکا کر جواب دیا:

"وعلیکم السلام۔"

اجلال نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ دیا"ارمینہ، میں تمہیں پندرہ منٹ بعد لینے آؤں گا۔"

یہ سن کر ارمینہ چونکی:

"لالہ... آپ جا رہے ہیں کیا؟"

اجلال نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا:

"ہاں بچے، مجھے ایک ضروری کام ہے۔"

"جی..."ارمینہ نے دھیرے سے کہا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اجلال کے جانے کے بعد ریسٹورنٹ میں ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی۔ معاذ نے نرم لہجے میں بات کا آغاز کیا:

" کیسی ہیں محترمہ آپ؟"

ارمینہ نے نظریں جھکا کر کہا:

"میں ٹھیک ہوں... آپ کیسے ہیں؟"

معاذ نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا:

" صبح تک تو بالکل ٹھیک نہیں تھا... لیکن آپ سے ملنے کے بعد ایسا لگ رہا ہے جیسے نئی زندگی مل گئی ہے۔"

یہ سنتے ہی ارمینہ کے ہونٹ کپکپائے۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، مگر الفاظ ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

ویٹر آکر دو کافی لے آیا۔ ایک کپ ارمینہ کے سامنے رکھا، دوسرا معاذ کے سامنے۔ ویٹر کے جاتے ہی معاذ نے نرمی سے کہا:

"جی محترمہ، آپ کچھ کہہ رہی تھیں؟"

ارمینہ نے گھبراہٹ میں نظریں مزید جھکا لیں۔ پھر بمشکل آواز نکالی:

"جی... وہ... آپ مصروف تو نہیں تھے، جب لالہ نے آپ سے کہا کہ مجھے آپ سے ملنا ہے؟"

معاذ مسکرا دیا:

"نہیں... اگر مصروف بھی ہوتا تو آپ سے زیادہ ضروری میرے لیے کوئی اور نہیں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ارمینہ نے لب بھینچ لیے، ہمت جمع کی اور بولی:

اجلال بتا رہا تھا کہ اپ کو کچھ ضروری بات کرنی ہے

"جی... میں... میں وہ

محترمہ اب جو کچھ بھی کہنا چاہتی ہے بلا جھجک کہہ سکتی ہے

یہ سنتے ہی ارمینہ کو تھوڑا حوصلہ ملا وہ میں میں اپ سے آپ کو یہ بتانا چاہتی تھی کہ... میں واسق خان کو پسند کرتی تھی۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

یہ الفاظ کہتے ہی اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔

معاذ نے لمحہ بھر خاموشی اختیار کی، پھر دھیرے سے بولا:

"کیا آپ اب بھی اسے چاہتی ہیں؟"

ارمینہ نے کانپتے ہوے نہ میں سر ہلایا:

"نہیں..."

معاذ نے کافی کا ایک گھونٹ لیا اور نرمی سے کہا:

"تو پھر بے فکر ہو جائیے محترمہ۔ مجھے آپ کے ماضی سے کوئی سروکار نہیں۔ آپ ماضی میں کس کو پسند کرتی تھیں، کس کے ساتھ رہتی تھیں... ان سب باتوں سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ مجھے غرض ہے تو صرف آپ کے حال سے... آپ کی موجودگی سے۔"

یہ سنتے ہی ارمینہ نے سر اٹھایا:

"آپ کو برا نہیں لگا؟"

معاذ نے مسکرا کر جواب دیا:

"برا کیوں لگے گا؟ بلکہ مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا کہ اپنی سچائی میرے ساتھ بانٹی۔"

ارمینہ کے لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کچھ ہی دیر بعد اجلال واپس آ گیا۔ دونوں کو مسکراتے دیکھ کر اس نے کرسی کھینچی اور بیٹھ گیا:

بات ہو گئی تم دونوں کی

جی لالا ارمینہ نے مسکراتے ہوئے کہا

"چلو، اچھا ہے کہ تم دونوں کی بات ہو گئی۔ پرسوں تم دونوں کے نکاح کے بعد میری فلائٹ ہے یو کے کی۔"

یہ سنتے ہی ارمینہ کے چہرے پر کرب اتر آیا۔ آنکھیں ڈبڈبا گئیں، اور وہ بے اختیار بولی:

"لالہ... آپ مجھے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟"

Clubb of Quality Content

اجلال نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا:

"بچے، جانا تو پڑے گا۔"

معاذ نے بھی شاکڈ کی کیفیت میں پوچھا اجلال تم یو کے کیوں جا رہے ہو تمہاری بیوی کا کیا ہو گا

"بیوی..."

ارمینہ چونک گئی، دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔

"لالہ... آپ نے شادی بھی کر لی اور مجھے بتایا بھی نہیں!" ارمینہ نے نم آنکھوں سے کہا۔

اجلال نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا:

"پہلے یہ بتاؤ... پہلے جواب کس کے سوال کا دوں، بچے؟ تمہارے یا تمہارے ہونے والے شوہر کے؟"

یہ سنتے ہی فضا میں عجیب سی خاموشی چھا گئی۔ ارمینہ کے آنسو ٹپک پڑے۔

"لالہ... پلیز... پہلے میرے سوال کا جواب دیں۔"

اجلال نے گہری سانس لی، پھر دھیرے سے کہا: میں نے کل ہی زرلشت سے نکاح کیا ہے

اور

"سنو بچے، تمہارے نکاح کے بعد رات بارہ بجے میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"لیکن کیوں لالہ؟

اجلال نے نگاہ جھکا کر کہا:

"کیونکہ تمہاری رخصتی کے بعد میں اپنے انتقام کی آخری چال چلوں گا۔ اس کے بعد حیدر خان کسی سے آنکھ ملانے کے قابل بھی نہیں رہے گا۔"

یہ سن کر معاذ پریشانی سے بولا:

"تم کیا کرنے والے ہو، اجلال؟"

اجلال کے ہونٹوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ آئی:

"جسٹ ویٹ اینڈ واچ۔"

ارمینہ نے سہم کر کہا:

"لالہ... لیکن زرلشت؟ اس کا کیا ہو گا؟ بڑے بابا اسے مار دیں گے...!"

اجلال نے دھیرے سے کہا:

"نہیں بچے... زرلشت کو کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ ایک مرد اپنی بہن کے لیے تو وقت کا فرعون بن سکتا ہے، لیکن اپنی بیٹی کے لیے کبھی نہیں۔"

اس نے ارمینہ کے آنسو صاف کیے

پھر اجلال نے ایک فائل ارمینہ اور معاذ کے سامنے رکھی۔

"یہ کیا ہے؟"دونوں نے ایک ساتھ پوچھا۔

اجلال مسکرایا:

"یہ تم دونوں کے لیے میری طرف سے شادی کا تحفہ ہے۔اس میں اس گھر کے کاغذات ہیں... جو میں نے تمہارے نام کیے ہیں،بچے۔مجھے پورا یقین ہے کہ میرے بعد تم معاذ اور پھپھو کے ساتھ بہت خوش رہو گی۔"

ارمینہ رو پڑی:

"لالہ... آپ مجھ سے پھر کبھی ملنے نہیں آئیں گے؟"

اجلال نے اس کے سر کو چوم کر کہا:

"کس نے کہا، بچے؟ میں آؤں گا... جب جب تم مجھے یاد کروگی، میں آؤں گا۔"

یہ کہتے ہوئے وہ کھڑا ہوا:

"چلو اب... دیر ہو رہی ہے۔

@@@

واسق خان جیسے ہی گھر پہنچا، اس کی پہلی ملاقات زہرا بیگم سے ہوئی۔

"السلام علیکم،" واسق نے دھیرے سے سلام کیا۔

Clubb of Quality Content!

"وعلیکم السلام، بچے۔ آج تم جلدی آ گئے؟" زہرا بیگم نے پیار سے پوچھا۔

"جی ہاں امی... بس آج کوئی خاص کام نہیں تھا اس لیے،" واسق نے نرمی سے کہا۔

زہرا بیگم مسکرائیں:

"چلو اچھا کیا۔ ویسے بھی کل نکاح ہے... اپنے چھوٹے بابا کی ہیلپ بھی کرنی ہے نا۔"

واسق نے آہستہ سے سر ہلایا، مگر اس دل کی حالت کوئی نہ جان سکا۔ اسے خود بھی پتہ نہیں تھا کہ کس کیفیت میں، کس دل کے ساتھ اس نے ہامی بھری تھی۔

:

"امی ارمینہ کہاہے...

بچے وہ اپنے کمرے میں ہیں۔"

واسق نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے ارمینہ کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

کمرے کا دروازہ آدھا کھلا تھا۔ اندر ارمینہ بیڈ پر بیٹھی اپنے نکاح کے جوڑے کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

واسق بنا نوک کیے اندر داخل ہوا اور دروازہ آہستگی سے بند کر دیا۔ دروازے کی ہلکی سی آواز پر ارمینہ چونکی اور نظریں اٹھا کر دیکھنے لگی۔

واسق خان بنا کچھ کہے زمین پر اس کے قدموں کے پاس جا بیٹھا۔

ارمینہ گھبرا گئی: "آپ... خان... آپ نیچے کیوں بیٹھے ہیں؟ اٹھیں پلیز!"

وہ اپنے پاؤں پیچھے کھینچنے لگی کہ واسق نے سخت لہجے میں کہا:

"بیٹھی رہو، ارمینہ... مت اٹھو!"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

یہ کہتے ہی واسق کے لہجے کی سختی ٹوٹ گئی اور بوجھل آواز میں بولا:

"مجھے پتہ ہے کہ میں معافی کے لائق نہیں ہوں... لیکن پھر بھی تم سے معافی مانگ رہا ہوں۔ پلیز، تم اس نکاح سے انکار کر دو۔ میں نہیں رہ سکتا تمہارے بغیر...!"

یہ کہتے ہوئے ایک 32 سالہ مرد اپنی انا، غرور اور طاقت سب بھلا کر ایک عورت کے

قدموں میں بیٹھا رو رہا تھا ہاں وہ رو رہا تھا

کون کہتا ہے کہ مرد کو تکلیف نہیں ہوتی؟

کون کہتا ہے کہ مرد روتے نہیں؟

کیا کسی نے کبھی محبت میں ہارا ہوا مرد نہیں دیکھا؟

کیا کسی نے کبھی ٹوٹا ہوا مرد نہیں دیکھا؟

محبت کیسے کیسے لوگوں کو ذلیل و خوار کر دیتی ہے... یہ منظر خود گواہی دے رہا تھا۔

ارمینہ سانس روکے اسے دیکھتی رہی۔ دل کا بوجھ بڑھنے لگا۔

واسق نے دھیرے سے کہا:

"ارمینہ... تمہیں خدا کا واسطہ... میرا گناہ اتنا بڑا نہیں تھا جتنی بڑی سزا تم مجھے دے رہی ہو۔ خدا کے لیے مت کرو یہ شادی۔ میں ٹوٹ چکا ہوں... ہار چکا ہوں۔ مجھ میں اب اور برداشت باقی نہیں ہے کہ میں تمہیں کسی اور کے پہلو میں کھڑا ہوا دیکھ سکوں!"

اس کے آنسو، ارمینہ کے دل پر کانٹے بن کر گر رہے تھے۔

ارمینہ نے خود کو سنبھالا، اپنے آنسو روکے اور کھڑی ہو گئی۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں، خان؟ میں آپ کو پہلے بھی بتا چکی ہوں... کہ میں اپنی محبت کو دفن کر چکی ہوں۔ آئی ایم سوری... لیکن میں کل معاذ سے نکاح کروں گی۔"

واسق خان بے بسی سے بولا: "ارمینہ... پلیز... ایسا مت کرو۔"

ارمینہ نے کرب بھرے لہجے میں کہا: "پلیز، آپ جائیں یہاں سے... آپ مجھے تکلیف دے رہے ہیں۔"

واسق نے تڑپ کر کہا:

"تم تو محبت کرتی تھیں نا مجھ سے...؟"

ارمینہ کا دل کانپ اٹھا۔ اس کی آنکھیں بھیگ گئیں، لیکن لبوں پر سخت الفاظ آئے:

"نہیں... نہیں کرتی تھی! میں محبت نہیں... نفرت کرتی ہوں آپ سے۔ وہ میری محبت نہیں تھی... وہ میرا پاگل پن تھا! یو نو... امیچور محبت! جو وقت کے ساتھ ساتھ نفرت میں بدل گئی۔"

واسق کا وجود ہل کر رہ گیا۔

ارمینہ نے کانپتی آواز میں کہا:

"آپ جائیں یہاں سے۔ اور اگر آپ دوبارہ میرے سامنے آئے... یا اس طرح کی کوئی بات کی... تو خدا کی قسم، میں اپنی جان لے لوں گی!"

یہ سن کر کمرے میں لمحے بھر کو خاموشی چھا گئی۔

واسق خان کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اس کے ہونٹ کانپے مگر الفاظ ساتھ چھوڑ گئے۔ آنکھوں سے بہتے آنسو اس کی شکست کی گواہی دے رہے تھے۔

وہ بوجھل قدموں کے ساتھ اٹھا... اور بنا کچھ کہے ارمینہ کے کمرے سے باہر نکل گیا۔

کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہی ارمینہ بیڈ پر گر پڑی۔ اس کا دل چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے... لیکن لبوں پر وہی سخت الفاظ تھے جس سے اس نے اپنے اور واسق کے درمیان ہمیشہ کے لیے دیوار کھڑی کر دی۔

@@@@@@

رات کی ٹھنڈی ہوا چھت پر پھیلی ہوئی تھی۔ آسمان پر چاندنی اپنی پوری آب و تاب سے بکھری تھی، جیسے کائنات خود اس لمحے کو یادگار بنانے آئی ہو۔ زرلاشت ارمینہ کے ہاتھوں پر مہندی لگا رہی تھی۔ ارمینہ کے چہرے پر ہلکی سی بیزاری جھلک رہی تھی۔

"ابھی اور کتنی دیر ہے؟" اس نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔

زرلشت مسکرا کر بولی، "بس تھوڑی سی باقی ہے۔ صبر کر لو۔"

ارمینہ نے ہلکی سی نظریں جھکائیں اور دھیرے سے کہا، "زرلشت... کیا تم خوش ہو؟ لالہ سے نکاح کر کے؟"

زرلاشت کے ہونٹوں پر ایک معصوم سی مسکراہٹ پھیلی، "ہاں ارمینہ، میں بہت خوش ہوں۔ لیکن دل میں بابا اور لالہ کا خوف ہے۔ نہ جانے وہ اس رشتے کو کیسے قبول کریں گے۔"

"میری مانو تو اپنے لالہ کو اعتماد میں لو۔

کل اجلال بھی یہی کہہ رہے تھے کہ مجھے لالا سے بات کرو۔"

یہ دونوں گفتگو میں محو تھیں کہ اچانک کسی کے آنے کی آہٹ سنائی دی۔ ارمینہ نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ وہاں واسق خان کھڑا تھا۔ اُس کی نظریں سیدھی ارمینہ کے ہاتھوں پر تھیں جن پر ہری ہری مہندی دمک رہی تھی۔ لمحے بھر کو فضا میں خاموشی چھا گئی۔

اس نے دوچار کر دیا مجھ کو

ذہنی بیمار کر دیا مجھ کو

کیوں نہیں دسترس میں میرے تو

کیوں نہیں دسترس میں میرے تو

کیوں طلبگار کر دیا مجھ کو

اس سے کوئی سوال مت کرنا

اس نے انکار کر دیا مجھ کو

ارمینہ تیزی سے اٹھ کر نیچے کی طرف بڑھ گئی، مگر زرلشت کی سانسیں اٹکنے لگیں۔ زرلشت دیرے سے بولی لالہ مجھے اپ سے بات کرنی ہے

ہاں بولو واسق دھیرے سے کہہ کرسی پر بیٹھ گیا

لالا اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو جائے تو کیا اپ مجھے معاف کر دیں گے

ہاں اگر غلطی معاف کرنے کے قابل ہوئی تو

"واسق خان کی گہری آواز میں عجیب سا سکوت تھا،"

مجھے معاف کر دے لالا

واسق خان کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا اس نے کسی اندیشے کے تحت پوچھا کیا کیا ہے تم نے زرلشت

زرلاشت کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ وہ ہچکیوں کے درمیان بولی،"لالا... مجھے معاف کر دیں... مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ اپنی ذرلشت کو معاف کر دیں۔"

واسق خان ایک جھٹکے سے اٹھا اور زرلشت کو دیوار سے لگا دیا۔ آنکھوں میں خون اتر آیا۔"کیا کیا ہے تم نے؟ آخری بار پوچھ رہا ہوں، بتاو کیا کیا ہے تم نے؟"

زرلشت کے لب کانپ رہے تھے۔"لالا... میں نے نکاح... نکاح کر لیا ہے..."

کچھ لمحے خاموشی میں گزرے پھر واسق خان غرایا

"کس کے ساتھ؟"

زرلشت کا جسم کپکپا رہا تھا۔"لالا... وہ... وہ حاشر..."

یہ نام سنتے ہی واسق خان کے قدموں تلے زمین نکل گئی۔ اُس کی آنکھوں کی وحشت بڑھ گئی۔ "کون؟ وہی حاشر؟ بابا کا نوکر؟ وہ دو ٹکے کا آدمی؟ تم نے اپنی عزت، اپنی خاندان کی غیرت اُس پر وار دی؟"

زرلشت زمین پر گر گئی اور روتے ہوئے بولی، "لالا... وہ صرف نوکر نہیں... وہ ارمینہ کا بھائی ہے... اجلال دورانی ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں... ہم نے نکاح کر لیا۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

واسق خان کا دل جیسے چکنا چور ہو گیا۔ اُس نے اپنے دونوں ہاتھ سر پر رکھ لیے۔۔ "او خدا! تم نے تم نے یہ کیا کر دیا زرلشت... بابا تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ تم نے ہماری عزت، داؤ پر لگا دیا!"

زرلشت سسک رہی تھی، "لالا پلیز... مجھے معاف کر دیں۔ میں مجبور تھی... میں اُس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی تھی۔"

واسق خان کے وجود میں غصے اور دکھ کی لہر دوڑ گئی۔ اُس نے دانت پیستے ہوئے کہا، "بے وقوف لڑکی! اتنا بڑا قدم تم کیسے اٹھا سکتی ہو

وہ چیخا، "دفع ہو جاؤ میرے سامنے سے! اپنے کمرے میں جاؤ... ورنہ بابا کی جگہ میں تمہارا گلا دبا دوں گا!"

زرلشت خوف سے لرزتے ہوئے اٹھ گئی، آنکھوں سے آنسو بہتے جا رہے تھے۔ اُس نے آخری بار واسق کو دیکھا، لیکن اس کے چہرے پر کوئی نرم دلی نہیں تھی... صرف ٹوٹا ہوا دل اور غصے کی دہکتی ہوئی آگ تھی۔

@@@

آج ارمینہ کا نکاح تھا۔ گھر کے صحن میں روشنیوں کی جھلملاہٹ، ہنسی خوشی اور مہمانوں کی چہل پہل تھی۔ لیکن زرلشت کا دل عجیب سی بے چینی سے بھرا ہوا تھا۔ نہ جانے کیوں اس کے قدم دھیرے دھیرے واسق کے کمرے کی طرف گئے۔

اس نے آہستگی سے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔

وہ لمحہ بھر رکی، پھر دوبارہ دستک دی، لیکن پھر بھی خاموشی۔ دل بے چین ہوا تو احتیاط سے ہینڈل گھمایا۔ دروازہ بند ہی نہ تھا۔

کمرے میں اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ صرف کھڑکی سے آتی مدھم سی روشنی فرش پر گری تھی۔ زرلشت نے نظریں دوڑائیں تو ایک کونے میں زمین پر بیٹھا واسق دکھائی دیا۔ سر جھکائے، ساکت، جیسے پتھر کا ہو گیا ہو۔

"لالا..." زرلشت کی آواز کانپ گئی۔

واسق نے سست روی سے سر اٹھایا۔ اس کی آنکھیں لال اور سوجی ہوئی تھیں، جیسے رات بھر آنسوؤں اور جاگنے نے ان کا رنگ چھین لیا ہو۔ زلش نے کبھی اسے اس حال میں نہیں دیکھا تھا۔

"کیوں آئی ہو یہاں تم؟" اس کی آواز بھاری اور بوجھل تھی۔

زرلشت بے اختیار رونے لگی، اور زمین پر بیٹھ گئی۔

"پلیز لالا... مجھے معاف کر دیں۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔"

ناول کلب
Clubb of Quality Content

واسق نے رخ پھیر لیا۔

"جاؤ یہاں سے، زرلشت...

زرلشت نے ہچکیوں کے بیچ التجا کی، "آپ کو ارمینہ کی قسم... لالا، مجھے معاف کر دیں۔"

ارمینہ کا نام سنتے ہی جیسے اس کے اندر کچھ ٹوٹ گیا۔ لمحے بھر کے لیے اس کی سانسیں اٹک گئیں۔ ارمینہ کے لیے تو وہ اپنی جان تک دینے کو تیار تھا۔

اس نے آہستگی سے مسکرا کر کہا:

"جاؤ... معاف کیا۔"

زرلشت نے آنسو پونچھتے ہوئے لرزتی آواز میں پوچھا، "آپ ٹھیک ہیں نا، لالا؟"

واسق نے ایک زبردستی مسکراہٹ لبوں پر سجائی، مگر وہ مسکراہٹ دکھ سے بھری تھی۔

"ہاں... مجھے کیا ہونا ہے۔"

لالا وہ چوٹی امی کہہ رہی تھی کہ اپ مجھے اور ارمینہ کو پالر لے جائیں

اس کی نظریں چند لمحے زرلشت پر جمی رہیں، پھر وہ سرد لہجے میں بولا:

جاو اپنے شوہر نامدار کو کہیوں وہ لے جائے گا

اندھیرے کمرے میں اس کی آواز پتھر کی طرح بھاری گونجی۔ باہر نکاح کی رونق اور قہقہوں کا شور تھا، اور اندر ایک ٹوٹا ہوا آدمی اپنی خاموشیوں کے بوجھ تلے دب رہا تھا

@@@@@

اجلال ارمینہ اور زرلشت کو پالر پر چھوڑ کر جا چکا تھا۔ تقریباً تین گھنٹے بعد جب وہ واپس آیا تو باہر گہری شام اتر رہی تھی۔ سڑک پر ہلکی سی ٹھنڈی ہوا تھی، اجلال نے زرلشت کو کال ملائیں کیا تم لوگ ریڈی ہو

جی میں تو ریڈی ہوں لیکن ابھی 1510 منٹ لگیں گے کیونکہ ارمینہ کا دوپٹہ فکس کرنا ہے اور اخری ٹچ دینا ہے

اچھا کیا تم باہر اسکتی ہو میں میں باہر ویٹ کر رہا ہوں تمہارا

جی میں اتی ہوں زرلشت نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور فون کاٹ دیا

اجلال اپنی گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا

وہ سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس تھا، کندھوں پر کالی چادر ڈالی ہوئی، بال نفاست سے جمائے ہوئے۔ بے شک وہ کسی سلطنت کا مغرور بادشاہ لگ رہا تھا

اندر سے زرلشت باہر آئی تو اجلال کی نظریں بے اختیار اس پر جم گئیں۔

وہ بلیک کلر کی خوبصورت ساڑھی پہنے تھی، کندھوں تک آتے ہوئے لیئر ز کٹے بال ہوا سے ذرا ہل رہے تھے، اور چہرے پر ہلکا سا میک اپ اس کی خوبصورتی کو اور نکھار رہا تھا۔ اجلال کے دل کی دھڑکن جیسے ایک پل کو رک گئی۔

زرلشت اس کے قریب آئی اور دھیرے سے بولی:

"جی، آپ نے بلایا؟"

اجلال نے نظریں سنبھالتے ہوئے کہا:

"ہاں... گاڑی میں بیٹھو۔"

گاڑی میں بیٹھنے کے بعد اجلال نے جیب سے ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا۔

زلشت نے مسکراتے ہوئے پوچھا:

"اس میں کیا ہے؟"

اجلال نے ڈبہ اس کے ہاتھ میں تھمادیا:

"خود کھول کے دیکھ لو۔"

زرلشت نے تجسس سے ڈبہ کھولا تو اندر ایک نازک ساڈائمنڈ کا بریسلٹ جگمگا رہا تھا۔وہ پل بھر کو حیران رہ گئی۔

"پسند آیا؟"اجلال نے نظریں اس پر جما کر پوچھا۔

زرلشت نے دھیرے سے سر ہلایا:

"جی... بہت خوبصورت ہے۔ تھینک یو۔"

اجلال نے اس کے قریب ہوتے ہوئے کہا:

"لاؤ،میں پہنا دیتا ہوں۔"

زرلشت نے جھجکتے ہوئے ہاتھ آگے بڑھایا۔ اجلال نے اس کی کلائی میں وہ بریسلٹ پہنادیا اور دھیمی آواز میں کہا:

"یہ کبھی مت اتارنا۔ یہ میری طرف سے ایک حقیر سا تحفہ ہے...

زرلشت کی نظریں شرم سے جھک گئیں۔ اجلال نے مسکراتے ہوئے مزید کہا:

"اور سنو... آج ارمینہ کی رخصتی کے بعد میں تمہیں ایک سرپرائز دوں گا۔"

زرلشت نے تجسس سے سر اٹھایا:

" کیسا سرپرائز؟"

اجلال نے ہنستے ہوئے کہا:

"اگر ابھی بتادیا تو پھر سرپرائز کیسا ہو گا؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اسی لمحے پالر کے دروازے سے ارمینہ باہر آتی دکھائی دی۔ اجلال فوراً گاڑی سے اترا اور اس کی طرف بڑھا۔

"ماشاءاللہ... آج تو بہت پیاری لگ رہی ہو بچے۔" اس نے نرمی سے کہا اور ارمینہ کو اپنے سینے سے لگالیا۔

ارمینہ نے شرماتے ہوئے دھیرے سے جواب دیا "شکریہ لالا..."

ناولز کلب
Club of Quality Content

تقریباً آدھے گھنٹے بعد یہ سب شیرازی محل پہنچے۔ وہاں ہر طرف روشنیوں کی بہار تھی۔ بڑے بڑے فانوس جگمگا رہے تھے، پھولوں کی خوشبو فضا میں گھلی ہوئی تھی۔ سب مہمان آچکے تھے، محفل اپنے عروج پر تھی۔

معاذ اور اس کی فیملی بھی پہنچ چکی تھی۔ لوگ ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے، بچے ادھر ادھر دوڑ رہے تھے، اور دلہن کے گھر کا کونا کونا رونق سے بھر گیا تھا۔

حماد خان نے واسق خان کو اشارہ کیا کہ اندر جا کر ارمینہ کو بلا لائے۔

واسق کمرے میں داخل ہوا تو چند لمحوں کے لیے ٹھٹھک سا گیا۔

سامنے ارمینہ بیٹھی تھی، ڈیپ ریڈ کلر کا لہنگا پہنے ہوئے۔ ایک دوپٹہ سر پر نفاست سے ٹکا ہوا تھا جبکہ دوسرا اس کے شانے پر ڈھلکا ہوا تھا۔ ہلکی روشنی میں اس کی سجی ہوئی پیشانی، ہاتھوں کی مہندی اور شرم سے جھکی پلکیں اسے اور بھی دلکش بنا رہی تھیں۔

واسق خان کے دل کی دھڑکن لمحے بھر کو بے ترتیب ہوئی

تمہیں ضرور کوئی چاہتوں سے دیکھے گا،

مگر وہ آنکھیں... ہماری کہاں سے لائے گا؟

لیکن اس نے فوراً اپنے انداز کو سنبھالا اور نظریں موڑ کر زہرہ سے کہا:

"چھوٹی امی، بابا کہہ رہے ہیں کہ نکاح کا وقت ہو گیا ہے...

زہرا بیگم نے مسکرا کر جواب دیا:

"جی بچے، ان سے کہو ہم آ رہے ہیں۔"

زرلشت نے ایک بے بس سی نظر اپنے بھائی پر ڈالی۔ پتہ نہیں وہ کس دل سے اس وقت ارمینا کو اپنے سامنے سجا سنوارا دیکھ رہا تھا۔

واسق نے ہلکے قدموں سے پیچھے ہٹ کر دروازہ کھولا۔ زہرہ بیگم نے ایک بے بس سی نظر اپنی بیٹی پر ڈالی، پھر دھیرے سے کہا:

"چلو ارمینہ..."

اومینہ شرم وحیا کے حصار میں گم، آہستہ آہستہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ ایک طرف زہرا بیگم تھیں، دوسری جانب زرلشت، اور درمیان میں دلہن بنی ارمینہ۔ وہ تینوں مل کر لان کی جانب بڑھیں۔

لان میں سب نگاہیں دلہن پر جم گئیں۔ معاز، جو پہلے ہی بے چینی سے انتظار کر رہا تھا، انہیں آتا دیکھ کر فوراً اپنی نشست سے کھڑا ہو گیا اس کی نظریں صرف ارمینہ پر تھیں۔ جیسے ہی وہ قریب آئیں، اس نے آگے بڑھ کر ہاتھ بڑھایا۔ ارمینہ نے جھجکتے وہ ہاتھ تھام لیا۔

چند ہی لمحوں بعد قاضی صاحب نے نکاح کی کاروائی شروع کر دی۔ محفل یک دم سنجیدہ اور خاموش ہو گئی۔

قاضی صاحب نے پرسکون آواز میں کہا:

"معاذ ولد سلیمان خان، کیا آپ کو ارمینہ بنت ملک احتشام دورانی اپنے نکاح میں، مقررہ حقِ مہر کے ساتھ قبول ہیں؟"

"جی، قبول ہے۔"

قاضی صاحب نے دوبارہ پوچھا، اور پھر تیسری بار۔

"قبول ہے... قبول ہے... قبول ہے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

محفل میں خوشی کی ہلکی سی سرگوشیاں گئیں۔ سب کے لبوں پر دُعائیں تھیں

مولوی صاحب نے آہستہ آواز میں کہا:

"آرمینہ دورانی کیا اپ کو معاذ خان اپنے نکاح میں قبول ہے

آرمینہ نے نظریں جھکالیں۔ دل جیسے سینے میں دھڑکنے کے بجائے کانوں میں سنائی دینے لگا۔ چند لمحے خاموشی رہی، پھر بہت مدھم مگر صاف لہجے میں اس کے لب ہلے:

"قبول ہے۔"

تین بار یہی لفظ ادا ہوے اور ساتھ ہی قریبی رشتہ داروں کے منہ سے مبارکباد کے کلمات گونجنے لگے۔ دعا کی آواز بلند ہوئی، اور کمرے میں ایک عجیب سا سکون پھیل گیا۔

دوسری طرف واسق کا دل ٹوٹ کر بکھر گیا تھا۔ وہ ہال کے ہجوم میں موجود تھا، مگر خود کو بھیڑ میں ہوتے ہوئے بھی تنہا محسوس کر رہا تھا۔ ارد گرد مبارکبادوں کی سرگوشیاں، اور قہقہے گونج رہے تھے، لیکن اس کے کانوں میں صرف ایک ہی آواز بازگشت بن کر رہ گئی تھی___

آرمینہ کی لبوں سے نکلا ہوا "قبول ہے۔"

اس کی نظریں بار بار غیر ارادی طور پر آرمینہ پر جا ٹکیں۔ وہ دلہن کے لباس میں اتنی حسین لگ رہی تھی جیسے کوئی خواب حقیقت کا روپ دھار لے۔ مگر یہ حقیقت اس کے لیے نہیں تھی، یہ کسی اور کے حصے میں لکھی گئی تھی۔

نکاح مکمل ہونے کے بعد سب کے چہروں پر خوشی چھا گئی، لیکن ادھر واسق کا دل ایک ایک لفظ کے ساتھ بکھرتا چلا گیا۔ ہر "قبول ہے" نے اس کی روح پر زخم چھوڑ دیا۔

اگر کوئی اس لمحے اس سے پوچھتا کہ قیامت کیسی ہوتی ہے، تو وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں صرف ایک ہی جواب دیتا:

"اپنے محبوب کو اپنے رقیب کے ساتھ دیکھنا... یہی قیامت ہے۔"

یہ منظر اس کے لیے قیامت خیز تھا۔ جس نے واسق خان جیسے مضبوط شخص کو اندر سے ریزہ ریزہ کر دیا۔

دیکھو یہ میرے خواب تھے،

دیکھو یہ میرے زخم ہیں۔

دیکھو یہ میرے خواب تھے،

دیکھو یہ میرے زخم ہیں۔

میں نے یہ سب حسابِ جہاں

بر سرِ عام رکھ دیا۔

@@@@@

نکاح مکمل ہو چکا تھا۔ اب رخصتی کا وقت تھا۔

آرمینہ کو سفید چادر اوڑھائی گئی۔ اس کے دونوں طرف سہارا دینے کے لیے طاہرہ بیگم اور معاذ کھڑے تھے۔ ہر قدم کے ساتھ آرمینہ جیسے اپنوں سے دور جا رہی تھی، اور ہر قدم کے ساتھ واسق خان کے دل کی خالی زمین مزید اجڑتی جا رہی تھی۔

وہ سب سے باری باری ملی۔ دعائیں، آنسو اور سسکیاں ہر طرف تھیں۔ آخر وہ اجلال کے سامنے رکی۔

"لالا..." بس اتنا کہہ پائی اور اور اجلال کے گلے لگی ارمینہ زارو قطار رو رہی تھی

یہ منظر ایسا تھا کہ وہاں موجود ہر شخص شاکڈ کی کیفیت سے انہیں دیکھے گیا اسی لمحے حیدر خان اگے بڑھا لیکن۔ اسی لمحے واسق خان نے بے اختیار آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"نہیں بابا... نہیں!" اس کی آواز رندھ گئی۔

اجلال نے دھیرے سے آرمینہ کو اپنے آپ سے الگ کیا۔

"آج سے... تم خدا کے بعد معاز اور پھپھو کے حوالے ہو۔ آج سے تمہارا سہارا معاذ ہے،

ناولز کلب

معاذ نے آگے بڑھ کر آرمینہ کا ہاتھ تھاما۔ ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی مگر آنکھوں میں سنجیدگی۔ اس نے اجلال کے گلے لگ کر کہا:

میں وعدہ کرتا ہوں اجلال تمہاری بہن کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی

اجلال نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور دھیرے سے سر ہلایا۔

رخصتی مکمل ہو گئی تھی۔ آرمینہ گاڑی میں بیٹھ چکی تھی، اور آہستہ آہستہ وہ روشنیوں سے بھرا گھر پیچھے چھوٹ گیا۔

@@@@@@

کچھ دیر بعد، جب سب مہمان جا چکے، تو اجلال شیرازی محل کے لانچ میں داخل ہوا۔ ہال میں بیٹھے ہر شخص کی نظریں اس پر جم گئیں۔ خاموشی کی فضا تھی، صرف گھڑی کی ٹِک ٹِک سنائی دیتی تھی۔

واسِق خان بے نیاز سا ایک صوفے پر بیٹھا تھا، مگر اس کے سات کڑی زرلشت کانپ رہی تھی۔

اجلال آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا آیا اور حیدر خان کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔ پھر ایک لمحہ سب کی طرف دیکھنے کے بعد بولا:

"لیٹ می انٹروڈیوس مائی سیلف... میں ہوں ملک اجلال دورانی... ملک احتشام دورانی اور پلوشہ خان شیرازی کا بیٹا۔"

یہ سنتے ہی حماد خان اور حیدر خان ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہ گئے۔ ان کے چہروں پر سکتہ چھا گیا تھا۔ لمحہ بھر کو یوں محسوس ہوا جیسے حویلی کی چھت ان پر آن گری ہو۔

زرلشت نے لرزتے ہاتھ سے واثق کا ہاتھ پکڑ کر دبایا، جیسے اسے تھام کر خود کو سنبھالنا چاہ رہی ہوں۔ اس کے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔

حیدر خان کی آواز رندھ گئی۔

"... تم زندہ ہو... تم تو مر.. گئے تھے.... تم زندہ کیسے.. ہو تم تو.....حاشر ہو تم اجلال کیسے ہو سکتے ہو..." وہ آگے کے الفاظ ادا نہ کر سکے۔

کمرے میں سناٹا پھیل گیا۔ صرف اجلال کی پرُاعتماد سانسیں اور دوسروں کے دلوں کی دھڑکنیں سنائی دے رہی تھیں۔

اجلال کی آواز کمرے کی خاموش فضا کو چیرتی ہوئی گونجی:

"آپ نے تو کوئی قصر نہیں چھوڑی تھی مجھے مارنے میں... لیکن دیکھیں، خدا کی قدرت! آج بیس سال بعد میں آپ کے سامنے زندہ سلامت کھڑا ہوں۔"

وہ لمحہ ایسا تھا کہ ہر آنکھ حیران تھی اور ہر دل دھڑک رہا تھا۔ حیدر خان پتھر کے مجسمے کی طرح اجلال کو دیکھ رہا تھا، جیسے ان کے کان سن تو رہے ہوں مگر دماغ انکار کر رہا ہو۔

اجلال نے کڑوا سا قہقہہ لگایا:

"اور ہاں... رہی آپ کی جان بچانے کی بات؟ تو وہ گولی بھی میں نے ہی چلائی تھی، سردار حیدر خان!" میں ملک اجلال دورانی ہوں میں اپنی قسمت خود بناتا ہوں اور دوسروں کی تقدیر اپنے ہاتھوں سے لکھتا ہوں

یہ کہتے ہی وہ لمحہ کمرے پر بھاری بوجھ بن گیا۔

حیدر خان کی آنکھوں کی پتلیاں پھیل گئیں۔ وہ ہکلاتے ہوئے بولے:

"ک... کیا...؟"

اجلال نے سر کو ذرا سا جھٹکا اور طنزیہ انداز میں کہا:

"اچھا چھوڑیں، یہ بتائیں... کس نام سے پکاروں آپ کو 'سردار حیدر خان بڑے ماموں، قاتل'، کہوں یا 'سسر جی'؟"

اخری لفظ سنتے ہی حیدر خان کا چہرہ پل بھر میں سرخ ہوا تھا کیا" بکواس!" ہے یہ وہ دھاڑے۔

اجلال مسکرایا، مگر وہ مسکراہٹ زہر سے بھری ہوئی تھی:

"نہیں... یہ بکواس نہیں، حقیقت ہے۔ کیونکہ آپ کی بیٹی میرے نکاح میں ہے۔"

حیدر خان کا وجود کانپ گیا۔ انہوں نے زرلشت کی طرف دیکھا جو مسلسل آنسو بہا رہی تھی، سر جھکائے جیسے زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائے۔

وہ سردار حیدر خان، جو اپنے وقت کے فرعون سمجھے جاتے تھے... آج ان کے پاس کہنے کو ایک لفظ تک نہ تھا۔

Clubb of Quality Content

اجلال دھیرے دھیرے کھڑا ہوا اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہوا زرلشت کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس کی نظریں سخت مگر دل لرزا ہوا تھا۔

"آج میرا بدلہ مکمل ہوا، اس کی آواز بھاری تھی۔

"وہ قسم... جو میں نے اپنے ماں باپ کے جنازے پر کھائی تھی... وہ آج پوری ہوئی۔"

زرلشت کے انسو مسلسل بہہ رہے تھے، اس کے لب کپکپانے لگے۔ اجلال نے سانس بھرتے ہوئے کہا:

Clubb of Quality Content

"آئی ایم سوری زرلشت... میں نے تمہیں استعمال کیا۔ تم بہت اچھی ہو، بہت پاکیزہ ہو... لیکن یہ دنیا اچھے لوگوں کے لیے نہیں ہے۔"

زرلشت کی آنکھوں سے آنسو اور زور و قطار بہنے لگے۔ اجلال کے الفاظ زہر کی طرح اس کے دل میں اترتے جا رہے تھے۔

میرے پلان میں یہ سب شامل نہیں تھا، زرلشت—پتہ نہیں تم کب بیچ میں آ گئی اور مجھے تم سے محبت ہو گئی۔ میں تمہارے بابا کو مارنا چاہتا تھا، جیسے انھوں نے میرے ماما-بابا کو مارا تھا، مگر تمہیں دیکھ کر میں نے اپنا پلان بدل دیا۔

"اب جب جب تمہارا باپ تمہیں روتا ہوا دیکھے گا، ٹوٹتا ہوا دیکھے گا... اسے میری ماں یاد آئے گی۔ اور تب تمہارے بابا پل پل مریں گے۔ یہی میرا بدلہ ہے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

زرلشت نے کانپتی آواز میں پوچھا:

"آپ... آپ مجھے چھوڑ رہے ہیں؟"

اجلال نے ایک ٹوٹے ہوئے دل سے مسکرا کر کہا:

"نہیں، زرلشت... تم مرتے دم تک میرے نکاح میں رہو گی۔ لیکن آج... آج میں یہ ملک چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جا رہا ہوں۔"

"نہیں!" زرلشت کی چیخ کمرے میں گونجی۔

"آپ ایسا نہیں کر سکتے! آپ تو کہتے تھے کہ آپ کو اپنی زری سے عشق ہے... اجلال، آپ مجھے کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟"

وہ ہچکیوں میں ٹوٹتی ہوئی بولی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اجلال نے نظریں پھیر لیں۔

"تمہیں مجھ پر کبھی بھروسہ نہیں کرنا چاہیے تھا، کسی نامحرم پر بھروسہ... کبھی نہیں۔ کرتے میں نے تمہیں مینیپولیٹ کیا، اور تم... تم نے یقین کر لیا۔"

یہ کہہ کر وہ پیچھے مڑا اور چلنے لگا۔

"خدا کے لیے اجلال!" زرلشت زمین پر گر کر چیخ پڑی۔

"مجھے مت چھوڑو... میں مر جاؤں گی تمہارے بغیر... لالا، روک لے اسے... لالا!"

وہ روتی رہی، چلاتی رہی، ہاتھ بڑھا کر اجلال کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی۔

ایک لمحے کو اجلال رکا پھر دھیرے سے اس کی گرفت سے اپنا ہاتھ چھڑایا۔

اور بنا پیچھے دیکھے... وہ وہاں سے نکل گیا۔

زرلشت زمین پر گر گئی۔ اس کا وجود ٹوٹ کر بکھر گیا۔ واسق خان تیزی سے آگے بڑھا اور بہن کو سنبھالا۔

"خود کو سنبھالو، زرلشت...

زرلشت نے چیختے ہوئے کہا:

"کیسے سنبھالوں، لالا؟ وہ چلا گیا... وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا...!"

اس کی سسکیاں سب کے دل چیر رہی تھیں۔

واسق نے اپنے آنسو ضبط کرتے ہوئے باپ کی طرف دیکھا۔

"بابا..." زرلشت لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ اپنے باپ کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ اس کی آواز لرز رہی تھی، مگر لہجہ تیز تھا۔

"لوگ کہتے ہیں، جب ہم ظلم کرتے ہیں تو وہ ظلم پلٹ کر ہمارے پاس آتا ہے۔ تو بتائیں بابا... آپ کے ظلم آپ کے پاس کیوں نہیں آئے؟ آپ کے گناہوں کی سزا ہمیں کیوں مل رہی ہے بابا... کیوں؟"

وہ رو رہی تھی، چیخ رہی تھی۔ ہاں وہ ٹوٹ گئی تھی

حیدر خان کی آنکھیں جھک گئیں۔ ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

کمرے کی فضا موت جیسی خاموشی میں ڈوب گئی۔

سب سمجھ چکے تھے—حیدر خان کے گناہ واپس لوٹ آئے تھے، مگر ان کی سزا ان کے بچوں کے زخموں کی صورت میں آئی تھی۔

اج تین دل ٹوٹے تھے—

واسق خان شیرازی،

زرلشت خان شیرازی،

اور ملک اجلال دورانی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

زخم وہ نہیں جو دکھائی دیتے ہیں، اصل زخم وہ ہیں جو انسان کی روح میں پیوست ہو جائیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ جسم کے زخم تو بھر جاتے ہیں، مگر دل پر لگے زخم... وہ برسوں بعد بھی انسان کو اپنی یاد دلاتے رہتے ہیں۔ یہ وہی زخم ہوتے ہے جو خاموشی میں چیخنے لگتے ہیں اور تنہائی میں آنکھوں کو نم کر دیتے ہیں۔۔

ختم شدہ

حرفِ آخر

"زخمِ زیست" کے اختتام کے بعد مجھے قارئین کی طرف سے جو بے پناہ محبت، خلوص اور توجہ ملی، وہ میرے لیے سب سے قیمتی تحفہ ہے۔ یہ میری اصل کامیابی ہے کہ میری تحریر صرف کاغذ پر نہیں بلکہ دلوں میں بھی جگہ بنا سکی۔

انجام کے بارے میں مجھے مختلف کمنٹس موصول ہوئے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ کہانی نے اُنہیں بہت متاثر کیا مگر اُن کی خواہش تھی کہ اس کا دوسرا حصہ بھی لکھا جائے۔ کچھ نے خوشگوار انجام چاہا، اور کچھ نے حقیقت سے قریب اس اختتام کو سراہا۔ یہ سب باتیں میرے

لیے بہت قیمتی ہیں، کیونکہ ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر قاری نے اس کہانی کو اپنے دل اور اپنی سوچ کے زاویے سے محسوس کیا۔

میں نے بھی ایک وقت پر سوچا تھا کہ شاید اس کا دوسرا حصہ لکھوں، اور دکھ سہنے کے بعد کرداروں کو ایک دوسرے سے ملا دوں۔ بظاہر جدائی کے بعد کا ملاپ ایک حسین معجزہ لگتا ہے،

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ٹوٹے ہوئے رشتے کبھی مکمل طور پر نہیں جڑتے۔ زخم بھر بھی جائیں تو اُن کے نشان ہمیشہ باقی رہتے ہیں۔

Clubb of Quality Content

یہی اصل کارما ہے: انسان کے گناہ ایک دن ضرور اس تک لوٹ کر آتے ہیں۔ کبھی اپنے زخموں کی صورت میں اور کبھی اپنی اولاد کے زخموں کی صورت میں۔ اور جب دل ایک بار ٹوٹ جائے تو پھر صرف کوئی معجزہ ہی اُسے مکمل بنا سکتا ہے۔

اسی لیے"زخمِ زیست"میرے نزدیک ایک مکمل کہانی ہے،اور اس کا کوئی سیزن 2 نہیں آئے گا۔

حلیمہ سادیہ

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

Clubb of Quality Content!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842